



www.maqsoodulhasan.net

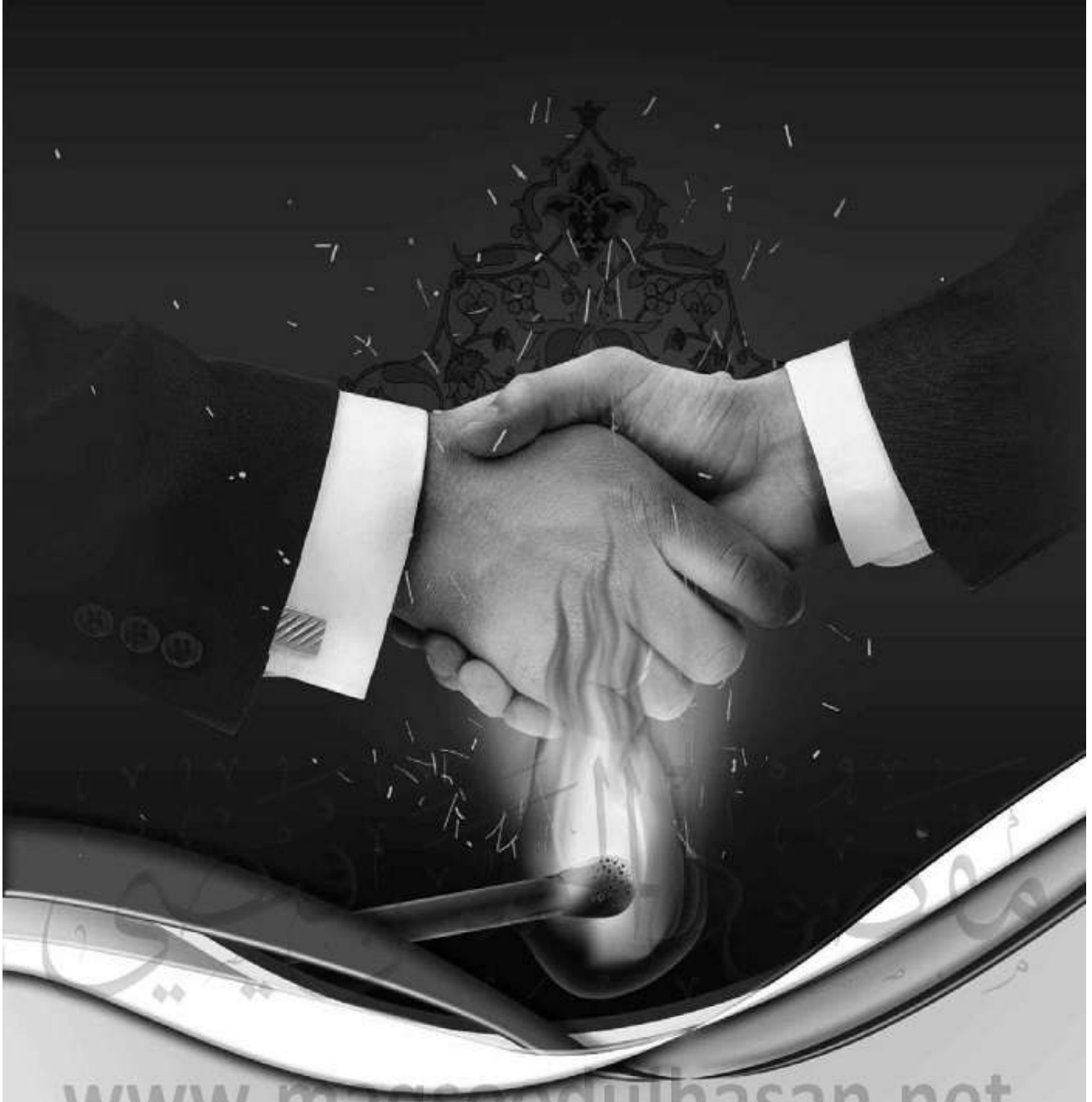
# شیطان کی ریشہ دوانیاں

حدیث نبوی "ولكن في التحريش بينهم" کے تناظر میں



خطاب: فضیلہ شیخ مقصود الحسن رضی اللہ عنہ  
تحریر: جناب محمد رفیع صاحب طاہر حفظہ اللہ

<http://maqsoodulhasan.net>



www.maqsoodulhasan.net

# شیطان کی ریشہ دوانیاں

حدیث نبویؐ "ولكن في التحريش بينهم" کے تناظر میں



خطاب: فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن رضی اللہ عنہ  
تحریر: جناب محمد رفیق صاحب طاہر حفظہ اللہ

<http://maqsoodulhasan.net>

## فہرست مضامین

- 5 ..... حرف آغاز: ..... ❁
- 13 ..... **ولكن في التحريش بينهم** ..... ❁
- 14 ..... تحريش کا معنی: ..... ❁
- 17 ..... حدیث کا مفہوم: ..... ❁
- 22 ..... شیطان کی چالوں سے قرآن و حدیث میں تشبیہ: ..... ❁
- 25 ..... شیطان کے خطوات (نقش قدم): ..... ❁
- 31 ..... ”تحريش“ کے مجال اور میدان: ..... ❁
- 31 ..... 1- دو مسلمان جماعتوں میں تحريش: ..... ❁
- 33 ..... 2- دو دوستوں میں تحريش: ..... ❁
- 33 ..... 3- میاں بیوی میں تحريش: ..... ❁
- 35 ..... 4- دو بھائیوں میں تحريش: ..... ❁
- 36 ..... 5- باپ اور بیٹے میں تحريش: ..... ❁
- 37 ..... 6- امیر اور مامور کے درمیان تحريش: ..... ❁
- 40 ..... **شیطانی تحريش (بگاڑ پیدا کرنے) کی مختلف شکلیں** ..... ❁
- 40 ..... 1- قومی یا نسلی عصبیت کا نعرہ بلند کرنا: ..... ❁
- 43 ..... 2- جاہلی تہذیب پر فخر کرنا اور اسے زندہ کرنا: ..... ❁
- 45 ..... 3- حسد کی آگ لگا کر: ..... ❁

- 46 ..... ہانبل وقابیل کا واقعہ: ❁
- 47 ..... حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ: ❁
- 48 ..... 4- غصہ کرنا: ❁
- 50 ..... 5- سرداری و منصب کا لالچ: ❁
- 53 ..... 6- عجب اور خود بینی: ❁
- 56 ..... 7- کبر و غرور: ❁
- 58 ..... 8- تعصب: ❁
- 59 ..... 9- بنیادی اور غیر بنیادی چیزوں میں فرق نہ کرنا: ❁
- 63 ..... 10- گناہ کا ارتکاب: ❁
- 65 ..... متن احادیث ❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حرفِ آغاز

إن الحمد لله نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: 102]

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَجِدَةٍ

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

[النساء: 1]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿70﴾ يُصْلِحْ

لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ

فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: 70-71]

أما بعد:

بنیادی طور پر اسلامی معاشرہ دنیا کے تمام معاشروں سے مختلف اور کئی اعتبار سے دنیا کے تمام معاشروں سے ممتاز ہے، جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد وحی الہی پر ہے، چنانچہ ایک مسلمان خالق و مخلوق کے تئیں اپنے تعلقات میں وحی الہی کا پابند ہوتا ہے، اسی چیز کو واضح کرتے ہوئے ایک حدیث مروی ہے:

عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: «الَّذِينَ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيِّمَةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»<sup>①</sup>

”دین خیر خواہی کا نام ہے“، صحابی کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے سوال کیا: یہ نصیحت و خیر خواہی کس کے لیے ہونی چاہیے؟ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے امام کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔“

یہ ہے وہ بنیاد جس پر اسلامی معاشرے کی عمارت قائم ہے، اور یہ ہے وہ خاصیت جو کسی اور معاشرے میں نہیں پائی جاتی۔

اس نصیحت اور خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اسلامی معاشرے میں اجتماعیت قائم رہے، اس کا ہر فرد دوسرے سے محبت کرے۔ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اپنے معاشرے میں بدامنی اور شرور و فساد کو جگہ نہ دے، معاشرے میں باہمی تعاون اور ایثار و قربانی کا جذبہ عام ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

”اے ایمان والو! اللہ سے ایسے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہیں آنی چاہیے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو، اور اللہ کی

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (55) سنن أبي داود، رقم الحدیث (4944) سنن

الترمذی، رقم الحدیث (1926) سنن النسائي، رقم الحدیث (4197)

رسی مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اللہ تعالیٰ اسی انداز سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست کو پاسکو۔“

ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا: يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَأَنْ تَنَاصِحُوا مَنْ وَّلَاهُ اللَّهُ أَمْرَكُمْ، وَيَسْخَطُ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، كَثْرَةَ السُّؤَالِ»<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزیں پسند فرماتا ہے اور تین چیزوں کو ناپسند کرتا ہے: ① اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔ ② اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور باہم پھوٹ نہ ڈالو۔ ③ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ولی امر بنایا ہے ان کی اطاعت کرو۔ اور تمہارے لیے جو تین چیزیں ناپسند کی ہیں وہ یہ ہیں: ① قیل و قال (بے فائدہ بحث و مباحثہ)۔ ② اور مال ضائع کرنا۔ ③ اور بکثرت سوال کرنا۔“

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (1715 الأفضیة، الأدب المفرد، رقم الحدیث (442)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغِضُوا، وَلَا تَدَابِرُوا، وَلَا يَبِعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعَرْضُهُ»<sup>①</sup>

ایک دوسرے سے حسد مت کرو، نہ خرید و فروخت میں بولی بڑھا کر دھوکا دو، نہ باہم بغض رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو، اور نہ ہی ایک دوسرے کے سودے پر سودا کرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، یاد رکھو کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اسے حقیر سمجھے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔ نیز فرمایا: کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر تصور کرے۔ یاد رکھو! ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“

یہ ہے اسلام کا مطلوب معاشرہ، جس میں باہمی تعاون، محبت اور ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا عام ہوتی ہے، اسی لیے ہر وہ چیز جو اس میں خلل اندازی کرے اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، چنانچہ غیبت، چغلی، حسد، بدظنی، ایک دوسرے کا مذاق اڑانے وغیرہ وغیرہ ہر ایسے عمل سے منع کیا ہے جو اس تعلق میں خلل پیدا کرے۔

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (2564) البر و الصلة، مسند أحمد (277 / 2)



پھر چونکہ ان تمام برائیوں کے پیچھے جہاں انسان کے اپنے نفسِ امارہ کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے، وہیں اس سلسلے میں شیطان ملعون بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے، بلکہ شیطان کا یہ نہایت ہی محبوب مشغلہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں خلل پیدا کر دے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑے تاکید سے انداز میں مسلمانوں کو شیطان کی چالوں سے متنبہ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴾ [الفاطر: ٦]

”یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، لہذا تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو، وہ تو اپنے پیروکاروں کو صرف اسی لیے بلاتا ہے کہ انہیں جہنمی بنا دے۔“  
ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا ﴾ [الاسراء: ٥٣]

”اور اے نبی! میرے بندوں سے کہہ دیں کہ وہ وہی بات زبان سے نکالیں جو اچھی ہو، کیونکہ شیطان لوگوں میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے اور شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

شیطان کی اسی چال سے متنبہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے

سب سے بڑے اجتماع میں اپنی امت کو ان الفاظ میں متنبہ فرمایا تھا:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: « إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيَسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ »<sup>(1)</sup>

”شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی مسلمان اس کی عبادت کریں، لیکن ان کے درمیان فساد ڈالنے اور ایک دوسرے کے خلاف ورغلا نے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔“

آج بد قسمتی سے اس نبوی تنبیہ کے باوجود مسلمان اور خصوصاً وہ طبقہ جس کا شمار دینداروں میں ہوتا ہے، دانستہ یا نادانستہ شیطان کے اس ورغلا نے اور بھڑکانے کا شکار ہو چکا ہے، جس کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے، اور سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ لوگ یہ سوچنے کے لیے تیار بھی نہیں ہیں کہ یہ سب کچھ شیطان مردود کی فساد انگیزی (تخریش) اور چال بازی سے ہو رہا ہے۔

معاشرے کی اس برائی کو محسوس کرتے ہوئے مذکورہ حدیث پر اپنے غور و فکر کے تحت جو کچھ اصلاحی پہلو سامنے آئے ہیں، انھیں قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ واضح رہے کہ یہ کتابچہ دراصل میرے اس خطاب کی تحریری شکل ہے جو بروز جمعہ 10 مارچ 2017ء ریاض کے ایک ہال میں اپنے ہم زبان بعض اہل علم، یونیورسٹی کے کچھ طلبہ اور چند چیدہ چیدہ دعاۃ سے کیا گیا تھا، اس وقت حاضر اہل علم نے اس خطاب کو پسند فرمایا اور اسے تحریری شکل دینے کا مطالبہ کیا، لیکن بچند وجوہ میں اسے تحریری شکل نہ دے سکا۔

اس دوران میں میرے ایک نہایت عزیز بھائی ”وقاص طاہر“ نے خواہش ظاہر کی کہ اس خطاب کو تحریری شکل دینے کے لیے اولاً میں اسے نقل کر کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، پھر آپ اس میں جو بھی ترمیم کرنا چاہیں کر دیں، تاکہ اسے لوگوں کے لیے شائع کیا جاسکے، چنانچہ موصوف اور ان کی نیک بیوی ”ام ہدی“ - سلمہا اللہ۔ (حال متیم جدہ) نے بڑی محنت کے بعد ویڈیو سے اس خطاب کو نقل کیا، بعض احادیث کی مختصر تخریج کی اور خود ہی کمپوز کر کے میرے پاس بھیج دیا۔

مشغولیت اور کاہلی کی وجہ سے فوراً اس پر نظر ثانی نہ کر سکا، لیکن اس موضوع کی اہمیت اور دونوں عزیزوں کی کوشش کی قدر کرتے ہوئے نظر ثانی کے لیے قلم اٹھایا، بعض وہ باتیں جو خطاب میں تو مناسب ہوتی ہیں لیکن تحریر میں مناسب نہیں ہوتیں انھیں حذف کیا، بعض ایسی ضروری باتیں جو خطاب سے مناسبت رکھتی تھیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے ذکر نہ کی جاسکی تھیں، البتہ میری بیاض میں موجود تھیں، ان کا اضافہ کیا۔ بعض وہ باتیں جن کی طرف خطاب میں صرف اشارہ کرتے ہوئے گزر گیا تھا ان کی قدرے تفصیل بھی ذکر کر دی۔ بعض آیات و احادیث جن کا صرف ترجمہ مذکور تھا قرآن و حدیث کی قدسیت اور کلام الہی اور کلام رسول سے برکت کی نیت سے ان کا متن بھی لکھ دیا گیا، تاکہ اہل علم اس سے مستفید ہو سکیں۔

اللہ جزائے خیر دے عزیزم ”قاری عبدالرحمن ضیاء قاضی“ اور ان کے ساتھیوں کو جو اس پروگرام کے روح رواں ہیں، وہ بھی اپنے دوست اور ساتھی وقاص طاہر کی اس کوشش پر خوش ہوئے اور خود ہی اس کی طباعت و نشر کے لیے اپنی مستعدی کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات.

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم.

مقصود الحسن فیضی

الغاٹ۔ سعودی عرب

۲/ رجب ۱۴۴۰ھ

**نوٹ:** یہ کتابچہ مکمل ہو کر بالکل آخری مرحلے میں تھا کہ جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی سے شائع ہونے والا ماہانہ پرچہ ”صوت الاسلام“ جنوری و فروری سنہ 2019ء کے دو شمارے ایک ساتھ موصول ہوئے، اس کی فہرست پر نظر ڈالی تو میرے نام سے

شائع ایک مضمون کی دو قسطیں بعنوان ”شیطان کی تحریش، اسباب و علاج“ پر بھی نظر پڑی، ابھی مضمون کی اور بھی قسطیں آنی باقی ہیں، جس کا قصہ یہ ہے کہ فروری سنہ 2017ء میں اپنے محترم بھائی قاری نجم الحسن کے ہمراہ جو اس جامعہ کے رئیس ہیں، جامعہ کی زیارت کے لیے گیا، اس موقع پر جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے سامنے اسی موضوع پر خطاب کیا، جسے اسی جامعہ کے ایک ہونہار طالب محمد اجمل عین الحسن نے تحریری شکل دی ہے، اس ہونہار طالب کی یہ کوشش قابل قدر و لائق ستائش ہے، اگر اس کتابچہ کی ترتیب سے پہلے وہ مضمون موصول ہو گیا ہوتا تو شاید میں اپنا وقت اس میں صرف نہ کرتا۔

مَقْصُودُ الْحَسَنِ فِي ضَمْنِ

[www.maqsoodulhasan.net](http://www.maqsoodulhasan.net)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ولكن في التحريش بينهم

گرامی قدر علمائے کرام اور عزیز طلبہ!

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ!

یہ جملہ جو آپ کے سامنے ایک کاغذ پر لکھا ہوا ہے، ایک حدیث نبوی کا ٹکڑا ہے، یعنی ”ولکن في التحريش بينهم“

یہ جملہ جس حدیث کا ٹکڑا ہے وہ الفاظ کے معمولی فرق اور اختلاف کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ درجن صحابہ سے مروی ہے، جن میں سب سے مشہور حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی ہے۔ اس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کی ہے۔

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے اس خطبے کا ایک حصہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے اجتماع میں دیا تھا، اس اجتماع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کو اور ان کے ذریعے دنیا کے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو!

« إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيْسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ »<sup>(2)</sup>

1 ان احادیث کا متن اور حوالہ اس کتابچہ کے آخر پر ضم کر دیا گیا ہے، تاکہ اہل علم ان سے مستفید ہو سکیں۔

2 صحیح مسلم (2812) سنن الترمذی (1937) مسند أحمد (3/313)

”شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی عبادت کریں، لیکن اس بات سے مایوس نہیں ہوا ہے کہ ان کے درمیان ”تحریش“ سے کام لے۔“

### تحریش کا معنی:

”تحریش“ عربی زبان کا بڑا معروف لفظ ہے۔ اصل لغت کے لحاظ سے اس کا معنی ہے: کھر دراپن، یعنی وہ چیز جو نرم اور چکنی نہ ہو، بلکہ اس میں کھر دراپن ہو، لیکن یہاں ”بھڑکانے“، ”ورنلانے“ اور ”ابھارنے“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اصل معنی سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب دو آدمیوں کے درمیان یا دو بھائیوں کے بیچ باہم کچھ اختلاف ہو جاتا ہے تو دونوں کے دلوں میں صفائی باقی نہیں رہتی، ان میں ایک دوسرے کے بارے میں میل کچیل آ جایا کرتا ہے، گویا شیطان دو بھائیوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے لیے صاف اور چکنی نہیں رہنے دیتا۔

اس طرح بالکل عام لوگوں کی زبان میں اس لفظ کا ترجمہ اس طرح بھی کیا جا سکتا ہے کہ تیلی لگانا، یا دو بھائیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف غلط تصورات ڈالنا۔

گویا اس کا اصل معنی ہے: پوشیدہ طور پر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا، آپس میں اختلاف پیدا کرنا، ایک دوسرے کے خلاف ابھارنا، ایک کو دوسرے سے بدظن کرنا، ایک کے خلاف دوسرے کے دل میں حسد ڈالنا۔ غرض کہ جن الفاظ سے بھی آپ لوگ تعبیر کرنا چاہیں کر لیں، لیکن اصل مفہوم یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دل دوسرے کے بارے میں صاف نہ رہے۔

ساتھیو! اس حدیث سے متعلق تفصیلی گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے، البتہ چونکہ آپ لوگ اہل علم ہیں، آپ حضرات داعی اور مبلغ ہیں، اور آپ لوگوں کے لیے اشارہ

کافی ہے، اس لیے اس حدیث سے متعلق آپ لوگوں کے سامنے چند بنیادی اور اصولی باتیں رکھی جاتی ہیں:

1- پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث کی تھوڑی سی وضاحت اور اس میں وارد الفاظ کی مختصر تشریح کر دی جائے۔

2- دوسری بات یہ کہ شیطان ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان جس ”تحریش“ سے کام لیتا ہے اس کے مجال اور میدان کیا کیا ہیں؟

3- تیسری بات جو زیادہ اہم اور قابل ذکر ہے وہ یہ کہ تحریش پیدا کرنے کے لیے شیطان مردود کیا کیا اسلوب اور کون کون سے طریقے استعمال کرتا ہے؟

حضرات! اس وقت جب کہ مسلمانوں کے درمیان باہمی نزاع زوروں پر ہے، ایک دوسرے کے خلاف حسد، بدظنی اور نفرت عام ہو گئی ہے، میں چاہتا ہوں کہ ہمارے داعی و مبلغ اور اہل علم حضرات نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر خصوصی توجہ دیں، اس لیے کہ ایک بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی جتنی بھی حدیثیں وارد ہیں، ان کا مقصد محض خبر دینا یا پیشین گوئی کرنا نہیں ہے اور نہ ہی ان کا مقصد ہمارے علم میں مجرد اضافہ ہے، بلکہ ان حدیثوں کا اصل مقصد تخریم و تنبیہ ہے۔ دلیل کے طور پر آپ لوگوں کے سامنے اس کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، ذرا غور سے سنیں!

سنن ابوداؤد وغیرہ متعدد کتب حدیث میں اور متعدد صحابہ، جیسے: حضرات عبداللہ بن عمرو، امیر معاویہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ایک حدیث مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک فرقے کے

جو جنت میں جائے گا۔<sup>①</sup>

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ فرمانِ رسول ﷺ بطور خبر کے نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے بعض بھائی مایوسی کے انداز میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی ﷺ نے امت کے فرقوں میں بٹنے کی پیشین گوئی کر ہی دی ہے تو یہ ہونا ہی ہے، اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ حالانکہ نبی کریم ﷺ کے بیان کرنے کا مقصد یہ قطعاً نہیں ہے کہ ہم اس پر راضی ہوں اور اس فرقہ بندی کو قبول کر کے ہم اس میں شریک بنیں، بلکہ آپ ﷺ کے بیان کا مقصد تنبیہ و تحذیر ہے اور یہ بتانا ہے کہ دیکھو تم اپنے آپ کو اس برائی میں نہ جھونک دینا، بلکہ حتی الامکان اختلاف سے بچنے کی کوشش کرنا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے امت کو اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور اختلاف و تفرقہ سے سختی سے روکا ہے، بلکہ خود اسی حدیث میں ان فرقوں کی علامتیں بیان کر دی ہیں اور اس فرقہ بندی کا سبب ہوس پرستی اور خواہشات کی پیروی کو بتلایا ہے، چنانچہ ان فرقوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«وَأِنَّهُ سَيُخْرِجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامًا تَجَارَىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ،  
كَمَا يَتَجَارَىٰ الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ»<sup>②</sup>

”اور میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ یہ ”اہواء“ یعنی من پسند نظریات اور اعمال ان میں ایسے سرایت کر جائیں گے جیسے باولے کتے کے کاٹنے کی وجہ سے وہ بیماری سرایت کر جاتی ہے۔“

یعنی اسی طرح یہ حدیث بھی جو ہمارے سامنے ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① سنن أبي داود، رقم الحديث (4596) سنن الترمذي، رقم الحديث (2640) سنن

ابن ماجه، رقم الحديث (3991) مسند أحمد (124 / 14)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (4597) مسند أحمد (102 / 4) عن معاوية بن أبي



« إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيَسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ  
الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ »

اس سے بھی آپ ﷺ کا مقصد ہم سب کو شیطان کی تحریش سے متنبہ کرنا ہے کہ شیطان کی تحریش کے جو بھی کام ہو سکتے ہوں ان سے ایک مسلمان کو عموماً، ایک طالب علم اور داعی کو خصوصاً اور بالآخر علمائے کرام کو متنبہ رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دانستہ یا نادانستہ شیطان کی تحریش کا شکار ہو جائیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل مقصد ورود تنبیہ و تحذیر ہے۔

ساتھیو! اب ہم موضوع کے پہلے جزء کی طرف آتے ہیں، یعنی زیر بحث حدیث کے معنی اور مفہوم کی طرف، لہذا ہم تھوڑی سی اس کی وضاحت کرتے ہیں۔  
حدیث کا مفہوم:

اس حدیث کے دو جزء ہیں:

پہلا جزء: « إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيَسَ » ”یقیناً شیطان مایوس ہو چکا ہے۔“

دوسرا جزء: « وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ » لیکن تمہارے درمیان تحریش سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

اس حدیث میں شیطان کی مایوسی کا معنی کیا ہے؟ آیا یہ مایوسی فعلاً واقع بھی ہوگی، یا صرف یہ اس کی مایوسی کی حد تک ہے؟ یہ بات توجہ طلب ہے۔

نامانے اس جملے کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، لیکن سب سے بہتر دو معنی ہیں:

پہلا معنی یہ ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ مصلون (نمازی مسلمان) اس کی عبادت کریں یا مصلون اس کی عبادت میں واقع ہو جائیں، اس کا معنی کیا ہے؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے فتح مکہ کے موقع پر جب دیکھا کہ لوگ اسلام میں

فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اسے مایوسی ہوئی کہ ایسا لگتا ہے کہ اب کم از کم عقیدے کے بارے میں جزیرہ عرب کے باشندوں پر ہمارا زور نہیں چل پائے گا، اب ہم انھیں شرک میں مبتلا نہیں کر پائیں گے اور اب ہم انھیں دوبارہ کفر کی وادی میں نہیں دھکیل پائیں گے، لیکن جس چیز سے شیطان مایوس نہیں ہوا ہے وہ اس کے بارے میں کوششیں کرتا رہے گا، جیسا کہ اس نے روزِ ازل ہی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ وعدہ کر لیا تھا:

﴿لَا تَدِينَهُمْ مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَنْ خَلْفَهُمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾ [الأعراف: ۱۷]

شہادت میں ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے

بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔“

کہنے کا مطلب یہ کہ شیطان نے جب مسلمانوں کی کامیابی دیکھی تو وہ اس بات سے تو مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اب اس کی عبادت ہوگی، اس جزیرے میں شرک واقع نہیں ہوگا اور اب دوبارہ کفر کی طرف یہ جزیرہ نہیں پلٹے گا، لیکن ایک بات سے مایوس نہیں ہوا۔ کس بات سے؟ ”وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ“ یعنی ان کے درمیان اختلاف ڈالنے اور ان میں لڑائیاں پیدا کرنے سے۔ گویا یہاں صرف مایوسی کا ذکر ہے، البتہ شرک و کفر کا وقوع یہ الگ مسئلہ ہے۔

دوسرا معنی: اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ فعلاً ایسا ہوگا کہ اب جزیرہ عرب میں اس طرح بت پرستی نہ پھیلے گی جس طرح اسلام سے پہلے تھی، بلکہ توحید و اسلام جزیرہ عرب میں باقی رہے گا، یعنی غلبہ اور اکثریت مسلمانوں کی رہے گی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس امت کے بعض افراد شرک و کفر میں مبتلا ہو جائیں، جیسا کہ اس حدیث سے

واضح ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلَى ذِي  
 الْخَلْصَةِ»<sup>①</sup>

”قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین  
 (چوڑے) ذوالخلصہ بت کے اردگرد (طواف کے دوران) منگیں۔“

ذوالخلصہ یمن میں ایک مقام تبالہ (آج یہ سعودی عرب میں واقع ہے) میں  
 نصب کیے ہوئے ایک بت کا نام ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے  
 قریب جزیرہ عرب کے بعض افراد بت پرستی کی طرف پلٹیں گے۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ اہل علم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں  
 ”مصلون“ کا خصوصی ذکر ہے کہ ”شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ  
 ”مصلون“ یعنی نمازی اس کی عبادت کریں، اس سے دو بڑی اہم حقیقتوں کی طرف  
 اشارہ مقصود ہے:

اولا: اس جملے سے نماز کی اہمیت کا اور اسلام میں نماز کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

ثانیا: اگر واقعتاً بندہ حقیقی نمازی ہے اور نماز کا ویسے ہی پابند رہتا ہے جیسا کہ اس سے  
 مطلوب ہے تو شیطان کا اس پر زور نہیں چلے گا اور اسے کفر و شرک میں مبتلا نہ کر  
 پائے گا، البتہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان ”تحریش“ کی پوری کوشش  
 کرے گا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو انسان کے ایمان  
 و نفاق کے درمیان فرق کرنے والی چیز قرار دیا ہے:

«لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالشُّرْكِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (7116) صحیح مسلم، رقم الحدیث (2906)

﴿أَشْرَكَ﴾<sup>1</sup>

”بندے اور اس کے شرک و کفر میں پڑنے کے درمیان صرف نماز کا ترک حائل ہے، جب نماز چھوڑ دی تو شرک کا مرتکب ہو گیا۔“  
 آج یہ چیز ہر شخص کے مشاہدے میں ہے کہ نیک لوگ، دین کے مبلغین، دین کے معلمین اور صراطِ مستقیم پر گامزن مسلمانوں کی طرف شیطان کی توجہ زیادہ ہے اور اس کی تحریش کے یہ لوگ زیادہ شکار ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حسد، بغض اور باہمی نزاع کا جو بازار ان لوگوں کے درمیان گرم رہتا ہے وہ دوسری جگہ کم دیکھنے میں آتا ہے۔

فرزانوں کا کیا کہنا ہر بات پہ لڑتے ہیں

دیوانے سے دیوانہ شاید ہی لڑا ہوگا

ایک ہی مدرسے میں پڑھاتے ہیں، ایک ہی مسجد میں دونوں نمازیں پڑھتے ہیں، ایک منہج کے داعی اور مبلغ ہیں، لیکن دونوں کے دلوں میں بسا اوقات مشرق و مغرب کی دوری ہوتی ہے۔

www.maqsoodulhasan.net فاصلہ مشیر

وہ ہم خیال ہو نہ سکے ہم نشیں رہے

دوسرا جزء: «وَلَكِنَّ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ» ہے: لیکن ایک دوسرے کے

خلاف ورنلانے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

ساتھیو! بعض حدیثوں میں یہاں ایک اور لفظ وارد ہوا ہے، ہمیں اس پر بھی

غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ مستدرک الحاکم میں مروی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی

حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

« قَدْ يَسَسَ الشَّيْطَانُ بَأَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ وَلَكِنَّهُ رَضِيَ أَنْ

1 سنن النسائي، رقم الحديث (464) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (1086) سنن

الدارمي، رقم (1269) دیکھیں: صحيح الترغيب (1/367، 368) بروایت انس.

يُطَاعَ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِمَّا تُحَاقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَاحْذَرُوا<sup>①</sup>  
 ”یقیناً شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اس  
 کی عبادت کی جائے، لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ بعض ان کاموں میں اس  
 کی اطاعت کی جائے جنہیں تم حقیر سمجھو گے، لہذا تم اس سے بچتے رہنا۔“  
 یعنی اس بات سے تو مایوس ہے کہ وہ تمہیں شرک میں مبتلا کر دے لیکن وہ  
 اعمال جنہیں تم حقیر سمجھو گے ان میں مبتلا کرنے پر راضی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ”تحریش“ اور ”محقرات“ دونوں لفظوں کا مفہوم ایک  
 ہے اور وہ اس طرح کہ شیطان یہ سمجھ گیا ہے کہ تم شرک میں نہیں پڑو گے، کفر نہیں کرو  
 گے، لیکن ایک بھائی کے خلاف آواز اٹھانا، اس کی غیبت کرنا، چغلی کرنا، اس کے  
 بارے میں اپنے دل میں حسد رکھنا، یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں تم معمولی سمجھو گے، جب  
 کہ انہیں چیزوں کے ذریعے شیطان تمہارے درمیان خلل ڈالے گا، اس طرح تم  
 ہلاکت و بربادی کے شکار ہو گے۔

اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

« وَلَكِنَّهُ سَيَرْضَى مِنْكُمْ بِدُونِ ذَلِكَ بِالْمُحَقَّرَاتِ، وَهِيَ:  
 الْمَوْبِقَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ<sup>②</sup> »

”لیکن وہ تم سے شرک کے علاوہ اس پر راضی ہے کہ بعض حقیر اور چھوٹے  
 چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرو، حالانکہ قیامت کے دن یہی گناہ ہلاکت  
 کا سبب بنیں گے۔“

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں اور خصوصاً سچے اور نمازی مسلمانوں

① مستدرک الحاکم (1/93) دیکھیں: صحیح الترغیب (1/124)

② مسند أبي يعلى، رقم الحديث (5122) مسند الحميدي، رقم الحديث (98)

میں شیطان کی تحریش دو طرح کی ہوگی:

- 1- باہمی پھوٹ ڈالنا، ایک دوسرے کے خلاف ورغلانا اور بھڑکانا۔
  - 2- ایسے ایسے گناہوں میں مبتلا کرنا جنہیں وہ معمولی تصور کریں گے۔
- اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں وہ گناہ چھوٹے نہ ہوں، لیکن ان کی قباحت پر توجہ نہ دیتے ہوئے، لوگ بلا جھجک ان کا ارتکاب کرتے پھریں۔
- اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہوں، وہ اس طرح کہ باہمی پھوٹ، باہمی لڑائی کو لوگ معمولی سمجھیں، باہمی اختلاف اور اختلاف کے اسباب پر توجہ نہ دیں جس کی وجہ سے ہلاکت کے شکار ہو جائیں۔

ساتھیو! اب آپ لوگ یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ شیطان مایوس تو ہو چکا ہے، لیکن اس کی مایوسی ان لوگوں کے بارے میں ہے جو صحیح معنوں میں مسلمان یعنی نمازی ہیں، لہذا دھیان رکھنا چاہیے کہ اگر ایک شخص جو نمازی ہونے کے باوجود اپنے مسلمان بھائی کا کینہ، اس سے حسد، اس سے بغض و نفرت اپنے دل میں رکھتا ہے تو اس کا مطالب ہے کہ وہ شیطان کی تحریش کا شکار ہو چکا ہے۔

### شیطان کی چالوں سے قرآن و حدیث میں تنبیہ:

یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں شیطان مردود کی چالوں سے بڑے تاکید و انداز میں متنبہ کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [النور: ٢١]

”اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، اور جو

شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو (اسے یاد رکھنا چاہیے کہ) وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا، اور لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ

الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ [البقرة: ۲۰۸]

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔“

یہاں ایک بات غور طلب ہے کہ آخر ”اسلام میں پورے داخل ہونے“ کا

”شیطان کے پیچھے نہ چلنے“ سے کیا تعلق ہے؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ بات ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اسلام صرف

فرائض پر عمل کا نام نہیں ہے، صرف عبادات کا نام نہیں ہے، صرف اپنا عقیدہ درست

کرنے ہی سے اس کا تعلق نہیں ہے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اسلام چار بنیادی امور

کے مجموعے کا نام ہے: عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات، یہ چاروں امور اسلام

کا حصہ ہیں اور اس دنیا میں جو نبی بھی آیا ہے وہ ان چاروں امور کی دعوت دیتا رہا

ہے، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے عقائد و عبادات کے ساتھ معاملات کی اصلاح پر

اپنی توجہ مبذول کی اور حضرت لوط علیہ السلام نے اخلاقیات کی اصلاح پر خصوصی توجہ دی، جیسا

کہ اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں صرف عقائد کی اصلاح

نہیں ہے، بلکہ دیگر اعمال کی طرف دعوت اور ان کی اصلاح بھی شامل ہیں، معاملات

بھی ہیں اور اخلاقیات بھی داخل ہیں، تو گویا اسلام کامل کب ہوگا؟ جب بندہ ان چاروں امور کو اپنائے گا۔

اسی طرح جہاں فرائض و واجبات اسلام کا حصہ ہیں، وہیں سنن و مستحبات کو بھی اسلام سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

اب اگر کوئی بندہ فرائض کا اہتمام تو کر رہا ہے، لیکن نوافل میں اس سے کوتاہی ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کسی حد تک ”خطوات الشیطان“ کی پیروی کر رہا ہے۔ اگر وہ فرائض کے ساتھ سنن کا تو اہتمام کر رہا ہے، لیکن استطاعت کے باوجود مستحبات و مندوبات کو ترک کر رہا ہے تو وہ کسی حد تک شیطان کے خطوات پر چل رہا ہے۔ انسان اگر پختہ عقیدے کا حامل ہے، عبادات میں کمال کو پہنچا ہوا ہے، لیکن معاملات میں کچا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شیطان کے خطوات پر چل رہا ہے، اگر انسان معاملات میں بہت اچھا ہے، عبادات کا بھی اہتمام کرتا ہے حتیٰ کہ عقیدہ بھی مکمل ہے، لیکن اخلاقیات میں کمزور ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ شیطان کے خطوات پر چل رہا ہے، اسی پر مزید باتوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔

کسی عالم ربانی کا قول ہے کہ شیطان انسان کو سب سے پہلے شرک و کفر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے، جب اس بارے میں بندہ اس کی اطاعت نہیں کرتا اور توحید پر جما رہتا ہے تو کبائر پر ابھارتا ہے اور جب اس میں کامیاب نہیں ہوتا تو صغائر کے لیے وسوسے ڈالتا ہے، پھر جب اسے پرہیزگار اور زاہد پاتا ہے تو اسے بدعت میں مبتلا کر دینے کی کوشش کرتا ہے اور جب اس میں کامیاب نہیں ہو پاتا اور دیکھتا ہے کہ بندہ سنت کے طریقے پر ہے تو اس کے پاس اب دو ہتھیار بچے رہتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ بندے پر حملہ آور ہوتا ہے:

1- انھیں حلال و جائز امور میں اس قدر مشغول کر دیتا ہے کہ بندے کا سارا وقت



اسی میں صرف ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے لیے کچھ نہیں کر پاتا۔  
 2- دوسرا ہتھیار مسلمانوں میں تحریش، یعنی اختلاف کی آگ بھڑکانے اور ایک دوسرے کے خلاف ورغلا نے پر اپنی توجہ مبذول کر دیتا ہے۔

ساتھیو! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اور آپ اس حدیث پر غور کریں کہ جب شیطان کا آخری حربہ ”التحریش بین المسلمین“ یعنی مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنا، ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس تحریش کے میدان کیا کیا ہیں اور اس کی صورتیں کیا کیا ہوتی ہیں؟

بد قسمتی سے ہم میں سے بہت سے لوگ اس حدیث کو پڑھتے اور سنتے ہیں، لیکن خود اپنے اور اپنے ماحول کے بارے میں اس حدیث پر غور کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور اس پر توجہ دینے کی کوشش نہیں کرتے کہ کہیں یہ چیز ہمارے اندر تو نہیں پائی جا رہی ہے؟ کہیں ہم خود بھی تو اس میں مبتلا نہیں ہیں؟ لہذا ہمیں اس سلسلے میں تین امور پر خصوصی توجہ دینی ہے:

- 1- شیطان کے خطوات، یعنی اس کے بتائے ہوئے طریقے کیا ہیں؟
  - 2- دوسری چیز یہ کہ شیطان کی تحریش کے مجال اور میدان کیا کیا ہیں؟
  - 3- اور تیسری چیز یہ کہ شیطان کی تحریش کی صورتیں کیا کیا ہوتی ہیں؟
- ہماری اگلی گفتگو انہیں تین امور پر منحصر رہے گی اور وہ بھی اختصار کے ساتھ۔

### شیطان کے خطوات (نقش قدم):

خطوات سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کے وہ طریقے ہیں جنہیں شیطان اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے اور بھٹکانے کے لیے استعمال کرتا ہے، اور یہاں میری مراد خصوصاً ان امور سے ہے جن کے ذریعے شیطان ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خلاف بھڑکانا اور اس سے بدظن کرتا ہے، لیکن یہاں سب سے پہلے یہ

امر واضح رہنا چاہیے کہ شیطان کے خطوات اور چالیں بڑی ہی پوشیدہ ہوتی ہیں، اسی لیے تو اہل علم یہ کہتے ہیں کہ شیطان ایسا دشمن ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہے، کیونکہ اولاً: تو ہم اس کو نہیں دیکھتے اور وہ ہم کو دیکھتا رہتا ہے۔ اور معلوم ہے کہ جو دشمن دکھائی نہ دے اس سے بچنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔

ثانیاً: اس کے سامنے کسی بھی قسم کی عاجزی و گڑگڑاہٹ کام نہیں دیتی، برخلاف انسانی دشمن کے کہ بسا اوقات اس کے سامنے عاجزی سے کام لیا جائے تو وہ رحم کر دیتا ہے۔  
ثالثاً: وہ ایسا دشمن ہے کہ مال دے کر بھی اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا، جب کہ انسانی دشمن کو مال وغیرہ دے کر بندہ اپنی جان، عزت اور دین کی حفاظت کر لیتا ہے، اسی بات کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَبْنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنٰكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۗ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

[الأعراف: ٢٧] [www.maqsoodulhasan.net](http://www.maqsoodulhasan.net)

”اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان سے ان کے لباس اتروا دیے تھے، تاکہ ان کی شرمگاہیں انہیں دکھلا دے، وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

اس حدیث کو بھی آپ لوگ یاد رکھیں جس میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ الْاِنْسَانِ مَجْرٰى الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يُّلْقِيَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ شَيْئًا ۝۱»

.....

”شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون رگوں میں گردش کرتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمہارے دلوں میں کوئی بری بات نہ ڈال دے۔“

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت حی بن النخعیہ سے روایت ہے کہ ایک بار جب کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے تو میں آپ ﷺ کی زیارت کے لیے آئی، آپ ﷺ کے پاس آپ کی دیگر ازواج مطہرات بھی تھیں، وہ تو سب چلی گئیں، البتہ میں دیر تک بیٹھی آپ ﷺ سے گفتگو کرتی رہی، پھر جب اٹھ کر جانے لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: رکو میں کچھ دور تم کو پہنچا دیتا ہوں، اس وقت حضرت صفیہ کی رہائش حضرت اسامہ بن زید کے گھر میں تھی، چنانچہ نبی ﷺ انھیں پہنچانے کے لیے اٹھے، جب مسجد کے اس دروازے کے پاس پہنچے جو حضرت ام سلمہ کے دروازے کے پاس ہے تو انصار کے دو آدمی نبی مکرم ﷺ کے پاس سے گزرے، جب انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو آپ کو سلام کیا اور جلدی سے وہاں سے گزر جانا چاہا، نبی ﷺ نے انھیں بلایا اور فرمایا: ادھر آؤ، اطمینان سے چلو، (بھاگو نہیں میرے ساتھ) یہ صفیہ بنت حی ہیں۔ ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر ہم بدگمان ہو سکتے ہیں؟ اور انھیں یہ چیز بہت شاق گزری، آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم پر شک کی بات نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دلوں میں کوئی بری بات یا برا وسوسہ ڈال دے۔“<sup>1</sup>

یہ بری بات کیا ہو سکتی ہے جو شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا؟ اہل علم کہتے

<sup>1</sup> صحیح البخاری، رقم الحدیث (2035، 2038) صحیح مسلم، رقم الحدیث (2175)

ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں شیطان ان کے دلوں میں سوء ظن، یعنی بدظنی نہ ڈال دے۔ کیونکہ بدظنی شیطان کا وہ پہلا خطوہ (قدم) ہے جس سے وہ آگے بڑھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ شیطان کے اس قدم اور دیگر خطوات کی تفصیل نبی اکرم ﷺ نے بڑے واضح طور پر بیان فرمادی ہے، بلکہ خود قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ

إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔“

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ

إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ [الإسراء: ۵۳]

”اور آپ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ وہی بات زبان سے نکالیں جو بہتر ہو، کیونکہ شیطان لوگوں میں فساد ڈلو دیتا ہے، بلاشبہ شیطان

انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

ہم یہاں آپ لوگوں کی توجہ اس حدیث نبوی کی طرف بھی مبذول کرانا چاہتے ہیں جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا،

وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا،

وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»<sup>①</sup>

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (5717) صحیح مسلم (2573) بروایت ابو ہریرہ

”بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بدگمانی کی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں، ٹوہ میں پڑو نہ جاسوسی ہی کرو، نہ ہی ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ ہی ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، یعنی قطع تعلقی نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو۔ اے اللہ کے بندوں بھائی بھائی بن کر رہو۔“

ساتھیو! انسان پر شیطان کا یہ پہلا وار ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں کے بھائی کے بارے میں بدظنی پیدا کر دیتا ہے، پھر جب کسی دل میں بدظنی پیدا اتی ہے تو پھر ٹوہ میں لگنے اور اس کی جاسوسی کا مرحلہ آتا ہے، پھر جب وہ ایک رے کی ٹوہ میں پڑ جاتے ہیں اور جاسوسی کرنے لگتے ہیں تو حسد اور اس کے بعد دوسرے سے بغض کا مرحلہ آ جاتا ہے، پھر جب حسد اور بغض پیدا ہو جاتا ہے تو کا نتیجہ دوری اور قطع تعلقی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے تدابیر ن دوری اختیار کرنا) اور تب اغض (بغض و نفرت) کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے، لکہ یہ انسانی دشمنی اور اختلاف کا سب سے آخری مرحلہ ہوتا ہے، اس کے بعد قتل و اور لڑائی جھگڑے کے علاوہ کوئی مرحلہ نہیں رہ جاتا، جیسا کہ ایک دوسری حدیث نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« إِنَّهُ سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ، قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ! وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ: الْأَشْرُ، وَالْبَطْرُ، وَالتَّكَاثُرُ، وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا، وَالتَّبَاغُضُ، وَالتَّحَاسُدُ، حَتَّى يَكُونَ الْبَغْيُ، ثُمَّ يَكُونُ الْهَرَجُ ①»

”میری امت کو وہی بیماری لاحق ہونے والی ہے جو دوسری امتوں کو لاحق ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: اے اللہ کے نبی! پچھلی امتوں کی

ذم البغي لابن أبي الدنيا، رقم الحديث (5002) العقوبات لابن أبي الدنيا، رقم الحديث (260) بروایت أبو هريره، ويكفي: الصحيحة، رقم الحديث (680)

بیماری کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: میری امت کے لوگ (دین پر عمل کے بجائے) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری میں مبتلا ہوں گے جس کی وجہ سے نعمتوں پر اترائیں گے، پھر اس کے لیے کثرت کی طلب ہوگی اور اس بارے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہیں گے، جس کے نتیجے میں حسد و بغض پیدا ہوگا، نتیجتاً ظلم و زیادتی سے کام لیں گے، بلا آخر خون ریزی عام ہوگی۔“

لیکن اس کا علاج کیا ہے؟ وہ بھی اس سے قبل والی حدیث میں بیان کر دیا گیا کہ «وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا» ”اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الحجرات: ۱۰]

”یاد رکھو! سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کراؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

ساتھیو! لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم جانے میں یا انجانے میں شیطان کے خطوات پر چل رہے ہیں (یعنی اس کی چال میں پھنس گئے ہیں) حتیٰ کہ ایک داعی بھی، ایک عالم بھی، ایک مدرس بھی، ایک مربی بھی۔ ہم سبھی لوگ اسی ڈگر پر چل رہے ہیں، جب یہ صورت حال اساتذہ اور ذمہ داروں کی ہے تو ان کے شاگردوں کا کیا حال ہوگا؟ وہ کہاں جائیں گے؟ اس لیے اس موضوع پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ساتھیو! یہ موضوع بہت طویل ہے، اس لیے اسے یہیں روک کر ہم اپنی اگلی بات کی طرف آتے ہیں۔

## ”تحریش“ کے مجال اور میدان

ساتھیو! شیطان کی تحریش کے مجال کیا کیا ہیں اور کون کون سے وہ میدان ہیں جن میں ہم شیطان کے خطوات کی پیروی میں پڑ جاتے ہیں؟ یا یہ کہیے کہ کس میدان میں شیطان کی دخل اندازی زیادہ رہتی ہے؟ اس سلسلے میں سوچنے اور غور کرنے سے چند اہم مجالات کی طرف ہماری رہنمائی ہوتی ہے:

### 1- دو مسلمان جماعتوں میں تحریش:

شیطان سب سے زیادہ دو مسلمان جماعتوں میں تفرقہ و اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، وہ دو جماعتیں خواہ ملکی ہوں، علاقائی پیمانے پر ہوں، صوبائی پیمانے پر ہوں، حتیٰ کہ ایک محلے کے طور پر دو جماعتیں ہی کیوں نہ ہوں، بلکہ ایک ہی جگہ کام کرنے والوں میں دو جماعتیں بن جاتی ہیں، جیسا کہ یہ چیز عام مشاہدے میں ہے، اس قسم کی دو جماعتوں میں شیطان تحریش ڈالنے اور لکڑی لگانے کی پوری کوشش کرتا ہے، یہ اس کا پہلا میدان اور سب سے محبوب میدان ہے۔

صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”شیطان ہر روز صبح کو مسلمانوں میں فساد ڈالنے کے لیے اپنے چیلوں کو بھیجتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ آج جو کسی مسلمان کو گمراہی پر ڈال دے گا اس کے سر پر تاج رکھوں گا [شیطان کے چیلے زمین میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پھیل جاتے ہیں] چنانچہ ایک چیلہ جاتا ہے اور واپس آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں مسلمان کے پیچھے لگا رہا اور کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو شیطان کہتا ہے کہ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں

ہے، قریب ہے کہ وہ دوبارہ شادی کر لے، پھر ایک دوسرا چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں مسلمان کے پیچھے لگا رہا حتیٰ کہ اسے اپنے والد کا نافرمان بنا کر چھوڑا، شیطان کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ قریب ہی وہ اپنے والدین کا فرمانبردار بن جائے، پھر تیسرا چیلہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں برابر ایک مسلمان کے پیچھے لگا رہا، یہاں تک کہ اسے شرک میں مبتلا کر دیا۔ ابلیس کہتا ہے کہ تم نے بڑا کارنامہ انجام دیا، پھر چوتھا شیطان آتا ہے کہ میں ایک مسلمان کے پیچھے برابر لگا رہا، یہاں تک کہ اس نے زنا کر لیا۔ ابلیس کہتا ہے کہ تو نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا [لیکن تاج کے مستحق نہیں ہو] پھر ایک اور شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دو بھائیوں کے درمیان برابر لگا رہا یہاں تک کہ مار پیٹ کر ادی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، یہ سن کر شیطان کہتا ہے: ہاں تم نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، لہذا اس تاج کے

①

حقدار تم ہو اور اسے تاج پہناتا ہے۔  
www.maqsoodulhasan.net

تو شیطان کا سب سے محبوب مشغلہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف و تفریق ڈال دے۔ بد قسمتی سے بسا اوقات مسلمانوں کے جماعتوں میں تفریق ڈالنے کے لیے وہ خالص دینی اسلوب اختیار کرتا ہے اور اپنے چیلوں سے ایسے شعار بلند کرواتا ہے جو بظاہر چمکیلے اور اصلاحی ہوتے ہیں، کہیں کسی کے حقوق دلوانے کا بہانہ ہے، کہیں مالی فساد کو ختم کرنے کا نعرہ ہے اور کہیں جماعت کے مقصد کو پورا کرنے کا ایٹھ ہے، کہیں عورتوں کی خیر خواہی کے لیے کوشش کا بہانہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ شیطان کا یہ اسلوب ہمیشہ سے بڑا اہم رہا ہے جسے وہ عہدِ نبوی سے لے کر

① صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (6189) مستدرک الحاکم (4 / 350) دیکھیں:



آج تک استعمال کرتا چلا آیا ہے، کسی کو سنت کی پیروی کے نام پر لاکھڑا کرتا ہے اور یہ وسوسہ دلاتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے جو مٹی جا رہی ہے، کہیں اتباع سلف صالحین کا بہانہ ہے اور کہیں اتباع کتاب و سنت کے بہانے دو جماعتوں میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

## 2- دو دوستوں میں تخریش:

یہ شیطان کی تخریش کا دوسرا بڑا میدان ہے کہ شیطان دو دوستوں میں بھی پھوٹ ڈالتا ہے، یہ بات عموماً دیکھنے میں آتی ہے کہ دو دوست ایک مدت تک ساتھ رہتے ہیں، لیکن کسی معمولی بات کی وجہ سے شیطان درمیان میں داخل ہو جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی کہ میں عام لوگوں کی بات نہیں کرتا، بلکہ مسئلہ دو طالب علموں کا ہے، دو داعی اور مبلغ کا ہے، دو عالم اور دو مدرس کا ہے۔ دو سال یا تین سال نہیں، بلکہ دسیوں سال دونوں ایک ساتھ مل کر دین کا کام کر رہے ہوتے ہیں لیکن اچانک ایسا وقت آ جاتا ہے کہ دونوں کی دوستی دشمنی اور اختلاف میں تبدیل ہو جاتی ہے، آپ لوگ بھی سوچیں کہ وہ دونوں ہی اہل علم ہیں، سمجھدار ہیں لیکن انھوں نے کس طرح بڑی آسانی سے شیطان کو موقع دے دیا کہ ان کے بیچ داخل ہو کر اختلاف و فساد پیدا کر دے۔

یہ اختلاف بسا اوقات اتنی شدت اختیار کر جاتا ہے کہ معاملہ لڑائی اور فتویٰ بازی تک پہنچ جاتا ہے، دونوں اپنی پوری صلاحیت ایک دوسرے کی تردید میں صرف کر دیتے ہیں، ایک دوسرے کے اوپر بدعتی، فسادی، خائن اور جھوٹا ہونے کا حکم، بلکہ کافر ہونے تک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

## 3- میاں بیوی میں تخریش:

تیسرا بڑا میدان میاں اور بیوی کے درمیان شیطان کی تخریش کا ہے، کیوں؟

آپ لوگ جانتے ہیں کہ میاں بیوی اور گھر وہ پہلی حکومت ہے جس کی بنیاد پر ایک ملک کی حکومت قائم ہوتی ہے، یہ چھوٹی مملکت وہ کارخانہ ہے جس میں عالم بھی بنتے ہیں، انجینئر بھی بنتے ہیں اور ڈاکٹر بھی بنتے ہیں۔ یہ بات علمائے نفس کہتے ہیں کہ جس گھر میں میاں بیوی کے درمیان اتفاق نہیں رہتا، اس گھر میں جو بچے پلتے ہیں ان میں خود اعتمادی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیطان میاں بیوی میں بھی تخریش ڈالتا ہے، حتیٰ کہ طلاق کی بھی نوبت آجاتی ہے، ادھر تو اس پر شیطان بہت خوش ہو جاتا ہے، جبکہ دوسری طرف میاں بیوی ایک دوسرے سے الگ ہو کر تنہائی میں حکیم مومن خاں مومن کا یہ شعر گنگناتے ہیں:

کبھی ہم میں تم میں چاہ تھی، کبھی ہم میں تم میں بھی راہ تھی  
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

صحیح مسلم کی یہ حدیث آپ لوگوں نے بار بار سنی ہوگی:

« إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَذْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْرَلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدَهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ: ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدَهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نَعَمْ أَنْتَ، قَالَ الْأَعْمَشُ: أَرَاهُ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ<sup>(1)</sup> »

”ابلیس صبح کو اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے۔ (نعوذ باللہ۔ ایسا وہ بد بخت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مشابہت کرنے کے لیے کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (2813) مسند أحمد، رقم الحدیث (14377)

اپنے بارے میں اپنے فرماتا ہے: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ [ہود: ۷]  
 ”اللہ تعالیٰ کا عرش اس وقت پانی پر تھا۔“ پھر اپنے چیلوں کو ہر چہار  
 طرف بھیجتا ہے، اور اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو  
 سب سے بڑا فتنہ کھڑا کرتا ہے، ہر چیل واپس آ کر اپنے اپنے کارنامے  
 بتلاتا ہے، چنانچہ ایک چیل آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا، ابلیس کہتا  
 ہے کہ تم نے کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دیا، پھر ایک دوسرا شیطان آ کر  
 کہتا ہے کہ میں ایک شخص کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ اس سے اس کی  
 بیوی کو طلاق دلوا کر چھوڑا اور ان دونوں میں تفریق کروا دی، یہ سن کر  
 ابلیس اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور اپنے سینے سے لگاتا ہے اور کہتا ہے  
 کہ تم نے بڑا کام کیا ہے۔

#### 4- دو بھائیوں میں تخریش:

www.majsoodulhasan.net  
 اسی طرح شیطان کی تخریش کا ایک مجال و میدان اور بھی ہے اور وہ دو بھائیوں

کے درمیان ”تخریش“ ہے۔ بھائیوں سے میری مراد ایک ماں باپ یا ایک باپ کے  
 بیٹے ہیں، ورنہ ویسے تو ہم سبھی مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، لیکن میری مراد حقیقی دو  
 بھائیوں سے ہے۔ آپ لوگ یہ ملاحظہ کرتے ہوں گے کہ بسا اوقات معمولی چیز کو بنیاد  
 بنا کر شیطان دو بھائیوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیتا ہے۔ یہ شیطان کا بڑا محبوب  
 مشغلہ ہے، حالانکہ اگر دیکھیں تو دونوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے، ایک وقت  
 تھا کہ دونوں ایک ہی بستر پر سوتے رہے ہیں، لیکن پھر بھی لڑ پڑتے ہیں۔ اس میں  
 سب سے بڑا زور کس کا ہوتا ہے؟ شیطان کا یا پھر شیطان کے جال کا، شیطان کا جال  
 کیا ہے؟ ”وَالنِّسَاءَ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ“ جیسا کہ ایک ضعیف یا موضوع حدیث

وارد ہے، یعنی عورتیں شیطان کے جال ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب تک دو بھائیوں کی شادی نہیں ہوئی ہوتی دونوں باہم اتفاق سے رہتے ہیں، لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو باہم لڑ پڑتے ہیں، جس کا سبب شیطان مردود کا خود یا پھر عورتوں کے ذریعے درمیان میں فساد ڈالنا ہوتا ہے۔

بھائیوں میں شیطان کی تحریش کی سب سے واضح مثال حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ ہے۔ یہ قصہ ہر شخص کو معلوم ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے صراحتاً اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ جو کچھ ہوا وہ سب شیطان کی تحریش کی بنیاد پر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

﴿وَقَدْ أَحْسَنَ بَنِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ

مِنْ بَعْدِ أَنْ تَرَجَّعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي﴾ [یوسف: 100]

”اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی میرے اوپر احسان کیا جب مجھے قید خانہ

سے نکالا اور اس وقت بھی جب کہ آپ سب کو دیہات سے میرے پاس

یہاں لایا، حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فتنہ

کھڑا کر چکا تھا۔“

## 5- باپ اور بیٹے میں تحریش:

اسی طرح شیطان کی تحریش کا ایک بہت بڑا میدان باپ اور اس کے بیٹوں کے باہمی تعلق کو بگاڑنے کا ہے، جس کی صورت باپ کی نافرمانی، اس کے ساتھ بدسلوکی اور باپ کا وصیت و میراث میں شریعت کی مخالفت ہے، نیز کسی بیٹے کو زیادہ دینے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ بسا اوقات والدین کو یا ان میں سے کسی

{1} حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً وارد ہے کہ ”وَالنِّسَاءَ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ“ (مصنف

ایک کو کسی بیٹے سے، اس کی بیوی یا اس کی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو یہی چیز شیطان کی تحریش اور دخل اندازی کا سبب بن جاتی ہے۔

آپ لوگ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں باپ کی معمولی لغزش یا اس کی کسی فطری کمزوری کو بنیاد بنا کر شیطان بیٹوں کو اپنے باپ کے خلاف اور باپ کو اپنے بیٹوں کے خلاف ورغلا تا اور دونوں کے درمیان تحریش پیدا کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اگر حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے پر غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جو محبت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی اسے بنیاد بنا کر شیطان نے کس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے دلوں میں حسد کی آگ کو بھڑکایا، پھر انھیں کس قدر نازیبا اور گھناؤنی چال چلنے پر ابھارا، حتیٰ کہ بیٹوں نے اپنے ہی باپ کو جو اللہ کے نبی ہیں ”ضلال مبین“ یعنی بہت بڑی غلطی سے متہم کیا: ﴿وَإِنَّا أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [یوسف: ۸۰] ”حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ابا جان تو بالکل ہی بہک گئے ہیں۔“

پھر انھیں کس قدر گھناؤنی اور نازیبا حرکت اور صریح گناہ میں مبتلا کر دیا کہ یوسف علیہ السلام کو بے یار و مددگار کنویں میں ڈال کر چلے آئے اور باپ کے سامنے صاف لفظوں میں جھوٹ بول گئے، بلکہ ایک پورا جھوٹا قصہ ہی گڑھ لیا۔

شیطان کی اس تحریش کے بہت سے مظاہر ہمارے معاشرے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

## 6- امیر اور مامور کے درمیان تحریش:

یعنی جو لوگ کسی ذمہ دار اور منتظم کے ماتحت کام کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے مابین بھی شیطان کی ریشہ دوانیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ یہ امر ہر شخص کے مشاہدے میں ہے کہ نیبجر اور اس کی نگرانی میں کام کرنے والوں میں عموماً بدظنی کا ماحول ہوتا ہے، جس طرح کہ کسی مدرسے کے ناظم اور اس کے مدرسین کے مابین عموماً ایسا ہی ماحول

دیکھنے میں آتا ہے، چنانچہ ناظم یا مہتمم کسی مدرس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کسی کو دور، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے مابین شیطان داخل ہو کر فساد ڈالنا شروع کر دیتا ہے، جو بدظنی، حسد، غیبت، چغلی اور بسا اوقات بغاوت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، ہم نے یہاں صرف ایک مثال دی ہے اسی پر ہر کمپنی اور ادارے کو قیاس کر سکتے ہیں۔

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ”الاستیعاب“ میں حضرت صفیہ بنت حی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک بار ان کی ایک لونڈی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت صفیہ کی شکایت لے کر جاتی ہے اور کہتی ہے کہ صفیہ ہفتے کے دن سے محبت کرتی ہیں <sup>①</sup> اور ابھی تک یہود سے اپنے تعلقات کو استوار کر رکھا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی کو بھیجا کہ ان سے پوچھو کہ کیا یہ سچ ہے؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا جواب تھا: جہاں تک ہفتے کے دن سے محبت کا متعلق ہے تو جب سے اللہ نے اس کے عوض ہمیں جمعہ کے دن کی نعمت سے نوازا ہے ہم نے ہفتے کے دن سے محبت نہیں کی، البتہ جہاں تک یہود کے ساتھ حسن سلوک کا متعلق ہے تو ان میں ہماری رشتے داریاں اور قرابت داریاں ہیں، جس کی وجہ سے میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ ضرور کرتی ہوں۔

پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی لونڈی سے پوچھا کہ آخر اس حرکت پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ تو اس کا جواب تھا کہ شیطان نے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں شیطان کو مزید رسوا کرتی ہوں اور تجھے اللہ کے لیے آزاد کرتی ہوں۔ <sup>②</sup>

ساتھیو! شیطان کی تحریش کے یہ چھ میدان ہم نے بطور مثال ذکر کیا ہے، ورنہ وہ کون سا میدان ہے جو شیطان کی تحریش سے بچا ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

① ہفتے کا دن یہود کے نزدیک مقدس دن ہے جس طرح کہ مسلمانوں کے یہاں جمعہ کا دن۔

اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

«إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتَّى  
يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ»<sup>①</sup>

”یقیناً شیطان تمہارے ہر معاملے میں دخل دیتا ہے، حتیٰ کہ تمہارے  
کھانے کے وقت بھی حاضر رہتا ہے۔“

اب اس موضوع کو یہیں ختم کر کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کون کون سی صورتیں  
اور طریقے ہیں جنہیں شیطان ”تحریش“ کے لیے استعمال کرتا ہے۔

مَقْصُودُ الْحَسَنِ فِيضِي

www.maqsoodulhasan.net

## شیطانی تحریش (بگاڑ پیدا کرنے) کی مختلف شکلیں

### 1- قومی یا نسلی عصبیت کا نعرہ بلند کرنا:

پہلی چیز جو سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پائی جاتی ہے وہ نسل پرستی اور قومیت کا نعرہ بلند کرنا ہے، یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی برادری، اپنی قوم، اپنے علاقے یا اپنے قبیلے اور خاندان کے نام پر کسی کی مدد و تائید کے لیے تیار ہو جائے، قطع نظر اس سے کہ وہ حق پر ہے یا باطل پر، قبل اس کے کہ یہ معلوم کرے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ قبل اس کے کہ جانے کہ یہ مدد اور تائید شرعی ہے یا غیر شرعی؟ بلکہ محض عصبیت کی بنیاد پر کسی کی مدد کے لیے تیار ہو جائے، کیونکہ جاہلیت جس کی رسوم و نقوش کو مٹانے کے لیے نبی مکرم ﷺ آئے تھے اس میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ ”انصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا“ ”اپنے بھائی کی مدد ہر حال میں کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“<sup>①</sup>

چونکہ اس سے دنیا میں بگاڑ و فساد پیدا ہوتا ہے اور مظلوم کو اس کا حق نہیں مل پاتا، اس لیے نبی مکرم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، لیکن چونکہ ہر شخص کو

① زمانہ جاہلیت کا یہی اصول تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس جملے کو تو اسی طرح باقی رکھا۔ البتہ اس کے مفہوم میں تبدیلی کی، چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ ((انصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا)) ”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مظلوم ہو تو اس کی مدد کریں گے، لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ظلم کرنے والے کا ہاتھ پکڑ لو، یعنی اسے ظلم سے روکو۔“ (صحیح البخاری، رقم



فطری طور پر اپنا قبیلہ، علاقہ اور خاندان محبوب ہوتا ہے، اس لیے اگر وہ اس جذبے کو شریعت کی لگام نہ دے تو شیطان انسان کی اس فطری کمزوری سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے تحریشی حربے استعمال کرتا ہے۔

اور اسے ہماری بد قسمتی کہیے یا بے پروائی، ہم میں سے بہت سے سمجھدار لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ - نعوذ باللہ من ذلك - اہل علم کا گروہ بھی اس میں ملوث ہو جاتا ہے، یعنی یہ شخص کس قوم کا ہے؟ یہ کس نسل کا ہے؟ یہ کس خاندان کا ہے؟ یہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ پھر یہی چیز لوگوں کا حق مارنے یا خود اپنے آپ کا کسی خیر سے محرومیت کا سبب بن جاتا ہے۔

میں عموماً اپنے ساتھیوں کے سامنے بطور مثال یہ بیان کرتا ہوں کہ ہماری جماعت جو تبع قرآن و سنت جماعت ہے، علمائے حدیث کی جماعت ہے، یہ برادری کوئی علاقائی برادری نہیں، بلکہ عالمی برادری ہے، اس کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض چھوٹے چھوٹے اہل علم بسا اوقات اپنی برادری اور اپنے علاقے کے علما کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور دوسرے علاقے کے علما کی قدر نہیں کرتے، حتیٰ کہ صورت حال یہاں تک پہنچتی ہے کہ کسی مکتب جالیات (فاریز دعوہ سنٹر) میں اگر کوئی داعی پاکستانی ہے تو اس کے درس میں حاضر ہونے والے اکثر لوگ پاکستانی ہونگے اور انڈین اور بنگلہ دیشی خال خال ہی نظر آئیں گے، لیکن اگر داعی انڈین ہے تو اس کے درس میں حاضر ہونے والے زیادہ انڈین ہوں گے، پاکستانی اور بنگلہ دیشی کم ہی نظر آئیں گے، بلکہ اس مکتب کا داعی بھی اپنے یہاں درس و خطاب کے لیے زیادہ تر اپنے ہی ملک والے داعی کو دعوت دیتا ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے دل کے گوشے میں شیطان تحریش کا بیج بوریہا ہے اور ہمارے دلوں میں یہ بگاڑ پیدا کر دیا ہے کہ یہ پاکستانی ہے، یہ انڈین اور یہ بنگلہ دیشی ہے، اور اسی چیز کو بنیاد بنا

کر شیطان اپنا کام کر رہا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علاقائی اور نسلی عصبیت پیدا کر کے شیطان ہمارے درمیان داخل ہونا چاہتا ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے اپنی متعدد حدیثوں میں قومی و نسلی عصبیت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ»<sup>(1)</sup>

”وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے عصبیت کی دعوت دی، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے عصبیت پر قتال کیا اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مرا۔“

اسی معنی میں وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص امام کی اطاعت سے نکل گیا اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو شخص اندھے تعصب کے جھنڈے کے نیچے لڑا، اپنی عصبیت کے لیے غصہ ہوا، یا عصبیت کی طرف دعوت دی یا عصبیت ہی کی وجہ سے مدد کے لیے اٹھا اور پھر مارا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔“<sup>(2)</sup>

عہد نبوی میں بھی ایک بار شیطان نے اسی عصبیت کے ذریعے صحابہ کرام کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہا تھا۔ اگر رسول رحمت ﷺ اس وقت اپنی حکمت عملی سے کام نہ لیتے تو اس دن انصار و مہاجرین باہم لڑ پڑتے، یہ تو نبی مکرم ﷺ کے وجود کی

(1) سنن أبي داود، رقم الحديث (5121)

(2) صحيح مسلم، رقم الحديث (1848) مسند أحمد (13/324)

برکت اور آپ کی حکمتِ عملی تھی کہ اس چنگاری کو بجھا دیا۔ یہ واقعہ غزوہ بنو مصطلق کا ہے جسے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ہم تک پہنچایا ہے۔

چنانچہ اصل قصہ کچھ اس طرح ہے کہ اس غزوے سے واپسی پر جب مسلمان مرتسبع نامی ایک چشمے پر قیام پذیر تھے تو پانی لیتے وقت دو آدمیوں کی باہم دھکم پیل ہو گئی۔ ایک شخص جس کا نام جہاہ غفاری بیان کیا جاتا ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور دوسرا شخص سنان بن وبراء انصار کا حلیف تھا۔ دھکم پیل کے بعد جب معاملہ آگے بڑھا تو جہاہ نے سنان کی سرین پر اپنے ہاتھ یا پیر سے مار دیا، چونکہ ان لوگوں کے یہاں یہ بات بڑی ذلت آمیز تھی، لہذا سنان نے ”یا للانصار“ کی پکار لگائی، جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اے انصار کے لوگو! میری مدد کو دو ڈرو۔ یہ سن کر جہاہ نے ”یا للمہاجرین“ کا نعرہ لگایا جسے سن کر دونوں طرف سے صحابہ ایک دوسرے کے مقابل جمع ہونا شروع ہو گئے، قریب تھا کہ دونوں فریق یہ سننے سمجھے بغیر کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے باہم لڑ پڑتے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی اطلاع ملی تو آپ فوراً وہاں پہنچے اور فرمایا: «مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟» (میرے ہوتے ہوئے) یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟» «دَعُوها، فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ»<sup>1</sup> ”اسے چھوڑو، یہ بدبودار چیز ہے۔“

## 2- جاہلی تہذیب پر فخر کرنا اور اسے زندہ کرنا:

بسا اوقات لوگوں کا اپنی جاہلی ثقافت و تہذیب پر فخر کرنا بھی شیطان کی تحریش کا سبب بن جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کوئی بھی قوم ہو، اس کے باپ دادا خواہ جیسے بھی رہے ہوں، وہ ان کی تہذیب اور ان کے کارناموں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے، بلکہ بسا اوقات لوگ یہ جانتے بھی ہیں کہ ہمارے باپ دادا کے یہ کارنامے غلط ہیں، لیکن پھر بھی بڑے ہی شوق اور فخر سے اسے بیان کرتے ہیں، بلکہ اگر دینی اقدار کمزور

1 صحیح البخاری، رقم الحدیث (4905) صحیح مسلم، رقم الحدیث (2584)

ہوتی ہیں تو اس جاہلی تہذیب کو تقدس کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں، ہمارے ماحول میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جیسے: بسنت کا میلہ وغیرہ۔

انسانوں کی اسی کمزوری کو بنیاد بنا کر شیطان مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتا ہے جس کی سب سے واضح مثال غزوہ بدر کے بعد بنو قریظہ کی جلاوطنی کا واقعہ ہے، چنانچہ غزوہ بدر کے بعد ایک موقع پر جبکہ انصار و مہاجرین ایک جگہ بیٹھ کر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک حاسد اور کینہ پرور یہودی شاش بن قیس کا گزر وہاں سے ہوا۔ انصار و مہاجرین کی یہ رفاقت دیکھ کر کہ اب ان کے اندر جاہلیت کی باہمی عداوت کی جگہ اسلام کی الفت و اجتماعیت نے لے لی ہے اور ان کی دیرینہ شکر رنجی کا خاتمہ ہو چکا ہے، اسے سخت رنج ہوا، کہنے لگا: اوہ! اس دیار میں بنو قریظہ کے اشراف متحد ہو گئے ہیں، بخدا ان اشراف کے اتحاد کے بعد تو ہمارا یہاں گزر نہیں، چنانچہ اس نے ایک نوجوان یہودی کو جو اس کے ساتھ تھا حکم دیا کہ ان کی مجالس میں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے حالات کا ذکر کرے اور اس سلسلے میں دونوں جانب سے جو اشعار کہے گئے ہیں، کچھ ان میں سے سنائے۔

چنانچہ اس یہودی نے ایسا ہی کیا، جس کے نتیجے میں اوس و خزرج میں تو تو، میں میں شروع ہو گئی۔ لوگ جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر فخر جتانے لگے، حتیٰ کہ دونوں قبیلوں کے ایک ایک آدمی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رد و قدح شروع کر دی (اور دونوں اپنے آباء و اجداد کے کارناموں پر فخر کرنے لگے) اور بڑھ چڑھ کر بیان کرنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ایک نے دوسرے سے کہنا شروع کر دیا کہ اگر چاہو تو ہم اس جنگ کو پھر جو ان کر کے پلٹا دیں، مقصد یہ تھا کہ ہم اس باہمی جنگ کے لیے پھر تیار ہیں جو اس سے پہلے لڑی جا چکی ہے۔ اس میں دونوں فریق کو تاؤ آ گیا اور بولے: چلو ہم تیار ہیں، حرہ میں مقابلہ ہوگا، ہتھیار ہتھیار... اور دونوں اپنے اپنے

ہتھیار لے کر حرہ کی جانب نکل پڑے، قریب تھا کہ خون ریز جنگ چھڑ جائے، لیکن رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی، آپ اپنے مہاجرین صحابہ کو ہمراہ لے کر جھٹ ان کے پاس پہنچے اور فرمایا:

اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ اللہ! کیا میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کی پکار اور وہ بھی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرما چکا ہے اور اس کے ذریعے تم سے جاہلیت کو کاٹ کر اور کفر سے نجات دیکر تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ چکا ہے؟ آپ ﷺ کی نصیحت سن کر صحابہ کو احساس ہوا کہ ان کی یہ حرکت شیطان کا جھٹکا اور دشمن کی ایک چال تھی، چنانچہ وہ رونے لگے اور اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔<sup>①</sup>

### 3- حسد کی آگ لگا کر:

اسی طرح بسا اوقات شیطان انسان کی بعض فطری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے مابین تخریش سے کام لیتا ہے، انھیں فطری کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ”حسد“ ہے۔

ساتھیو! یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے کہ اس نے انسان میں بعض ایسی کمزوریاں رکھی ہیں جن سے انھیں آزمانا ہے، ان میں سے ایک کمزوری حسد کرنا ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے: ”لا یخلو جسد من حسد“ کوئی بھی جسم حسد سے خالی نہیں ہے، البتہ مومن اسے چھپا لیتا ہے اور منافق ظاہر کر دیتا ہے۔

انسان کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر شیطان سب سے پہلے انسان کے دل میں حسد کی آگ سلگاتا ہے اور جہاں حسد پیدا ہو، وہاں ایک دوسرے پر سے اعتماد جاتا رہتا ہے، پھر اس کی وجہ سے انسان دوسرے کی غلطیاں اور کوتاہیاں ڈھونڈنا

① الرحیق المختوم (ص: 324) نیز دیکھیں: تفسیر الطبری (6/ 55)

شروع کر دیتا ہے، پھر جب کوتاہیوں کو ڈھونڈنا شروع کریں گے تو لازماً اس کو بیان بھی کریں گے، اس طرح اپنے بھائی کی غیبت شروع ہو جاتی ہے اور جب غیبت شروع ہو گئی تو باہمی اختلاف و نزاع کا پیدا ہونا ضروری ہے، جس کا نتیجہ قتل و قتال تک پہنچ جاتا ہے اور اگر نہیں تو کم از کم پھوٹ، قطع تعلقی اور زبانی لڑائی تک معاملہ ضرور پہنچتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں کئی واقعات مذکور ہیں جن میں سے دو قابل ذکر ہیں:

### ہابیل و قابیل کا واقعہ:

مثال کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں ہابیل و قابیل کا قصہ لے لیجیے، جس کا ذکر سورۃ المائدہ کی آیت 27 سے لے کر 31 تک میں ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل کا ایک معاملے میں اختلاف ہوا، جس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدا میں حضرت آدم و حوا کے ملاپ سے بیک وقت لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے، دوسرے حمل سے پھر لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے، ایک حمل کے بہن بھائی کا نکاح دوسرے حمل کے بہن بھائی سے کر دیا جاتا۔ ہوا یہ کہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن بد صورت تھی جب کہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن خوب صورت تھی، اس وقت کے اصول کے مطابق ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن کے ساتھ اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن کے ساتھ ہونا تھا، لیکن قابیل چاہتا تھا کہ وہ ہابیل کی بہن کے بجائے اپنی ہی بہن کے ساتھ جو خوب صورت تھی نکاح کرے۔

حضرت آدم نے سمجھایا، لیکن وہ نہ سمجھا، بلا آخر حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو بارگاہِ الہی میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس کی قربانی اللہ کے نزدیک قبول ہو جائے گی قابیل کی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی، یعنی آسمان سے آگ آئی اور اسے کھا گئی جو اس کے قبول ہونے کی دلیل تھی، ہابیل کی قربانی قبول ہونے پر قابیل حسد کا شکار ہوا اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ (دیکھیے: تفسیر احسن البیان سورۃ المائدہ کی تفسیر)

## حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ:

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بھی قابل غور ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا اور آپ کو کس قدر اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس کا سب سے بڑا سبب آپ کے ساتھ آپ کے بھائیوں کا حسد تھا اور شیطان کی وحی سے تھا، اسی لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿مِنْ بَعْدِ أَنْ تَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي﴾ [یوسف: ۱۰۰]

”اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا۔“

اسی طرح امام محمد بن یحییٰ الذہلی اور امام بخاری رحمہما کا واقعہ تاریخ و تراجم کی کتابوں میں ثبت ہے، جس کا سبب حسد اور اس سے فائدہ اٹھا کر شیطان کی تحریش کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے، بلکہ حسد شیطان کا ایسا ہتھیار ہے جس کا استعمال وہ ہر زمان و مکان میں کرتا رہا ہے اور آج بھی استعمال کر رہا ہے، بلکہ آج جب کہ تقویٰ اور خشیتِ الہی کی کمی دلوں میں بڑھ گئی ہے تو حسد ہی کے ذریعے آج شیطان نے کتنے اہل علم و فضل اور داعیانِ حق کے درمیان فتنے کھڑے کر رکھے ہیں۔ آج اگر آپ اپنے دائیں بائیں دیکھیں تو کتنے ہی علما اور مخلص داعیانِ حق حسد کی چھری سے نہ صرف زخمی، بلکہ مقتول نظر آئیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے کہ ہم صبح و شام پڑھیں:

”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ“

”اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے آپ کی پناہ لیتا ہوں۔“

سچ فرمایا: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے:

﴿لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا لَمْ يَتَحَاسَدُوا﴾<sup>1</sup>

”جب تک لوگ ایک دوسرے پر حسد کرنے سے بچتے رہیں گے خیر و عافیت سے رہیں گے۔“

#### 4- غصہ کرنا:

انسان کی دوسری کمزوری جس سے شیطان کو تحریش کا موقع ملتا ہے وہ غصہ آنا ہے، کیوں کہ جہاں انسان کو غصہ آتا ہے وہاں شیطان فوراً پہنچ جاتا ہے اور غصے کی آگ کو بھڑکانا شروع کر دیتا ہے، پھر اس آگ پر گالی گلوچ کا پٹرول چھڑک کر اسے مزید دہکا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان غصے میں لال پیلا ہونا شروع کر دیتا ہے۔ ہمارے علاقے میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ کسی دکان دار کے پاس ایک شخص کپڑا خریدنے گیا، مول بھاؤ کے دوران میں ایک یا دو روپے پر دونوں کا اختلاف ہو گیا، خریدار کہتا: میں اتنے ہی میں لوں گا اور دکاندار کہتا: میں اتنے سے کم میں نہیں بیچ سکتا، حتیٰ کہ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ دونوں کا اختلاف ہاتھ پائی تک پہنچ گیا، اس وقت کپڑے کے دکاندار کپڑا ناپنے کے لیے لوہے کا میٹر رکھتے تھے، چنانچہ دکاندار نے اس میٹر سے خریدار کے سر پر مارا جس سے اس کا سر پھٹا اور اس کی موت واقع ہو گئی۔

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لوگ یہی کہتے ہیں کہ فلاں نے فلاں کی جان صرف ایک روپے کے لیے لے لی، حالانکہ ساتھیو! ایک روپے کا معاملہ نہیں تھا، اصل معاملہ غصے کا تھا اور شیطان کی تحریش کا تھا، اسی لیے تو جب حضرت موسیٰ عليه السلام کے ہاتھ سے قبلی کی موت واقع ہوئی تھی تو حضرت موسیٰ عليه السلام نے اسے شیطان کا عمل قرار دیا تھا:

﴿وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ

<sup>1</sup> الطبرانی الكبير، (8/ 309 رقم الحديث: 8157) بروایت ضمرة بن ثعلبة، دیکھیں:



فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَعْتَبَهُ  
الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَرَهُ مُوسَى فَقَضَى  
عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ ﴿١٥﴾

[القصص: ١٥]

”اور ایک روز وہ شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوئے جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں، ایک ان کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا ان کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا، ان کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف انھیں (موسیٰ علیہ السلام کو) مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا، یہ حرکت سرزد ہوتے ہی موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ شیطان کی کار فرمائی ہے، وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے۔“

چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے آدمی کی مظلومیت پر رحم آیا اور مخالف کے ظلم پر غصہ آ گیا اور اس غصے میں مخالف کو ایک زور کا گھونسا لگایا تو اس نے دم توڑ دیا۔ اسی لیے ہمارے نبی مکرم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ غصے کے موقع پر ہم ”أعوذ بالله من الشيطان الرجيم“ پڑھ لیا کریں، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت سلیمان بن سرد بنی النبی سے روایت ہے کہ ایک بار میں نبی مکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو آدمی باہم الجھ پڑے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے جس کی وجہ سے ایک شخص کو غصہ آ گیا، حتیٰ کہ اس کی رگیں پھول گئیں اور چہرہ سرخ ہو گیا، یہ دیکھ کر نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ  
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ»<sup>①</sup>

میں ایک کلمہ جانتا ہوں، اگر یہ غصہ کرنے والا وہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے اوپر سے غصے کا اثر جاتا رہے، اگر وہ ”أعوذ باللہ من الشيطان الرجيم“ پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے، لوگ اس کے پاس جا کر کہنے لگے کہ نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ اگر تو ”أعوذ باللہ من الشيطان الرجيم“ پڑھ لے تو تیرا غصہ جاتا رہے گا، یہ سن کر اس نے کہا: کیا تم لوگ مجھے مجنون سمجھتے ہو؟

اسی طرح وہ واقعہ بھی آپ لوگ برابر پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ نبی ﷺ کی مجلس میں ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، پھر اس نے دوسری بار بھی برا بھلا کہا اور حضرت صدیق اکبر پھر بھی خاموش رہے، پھر جب اس نے تیسری بار حضرت صدیق کو برا بھلا کہا تو ان سے نہ رہا گیا اور وہ اس کے جواب میں بول پڑے، پس یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ اس مجلس سے اٹھے اور چلے گئے، حضرت صدیق اکبر کو بڑا تعجب ہوا اور نبی مکرم ﷺ سے کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! جب تک وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا اور برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ وہاں بیٹھے مسکرا رہے تھے اور جب ہم نے اس کا جواب دے دیا تو آپ اٹھ کر چلتے بنے، کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے تو تمہاری طرف سے جواب دینے کے لیے آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا تھا اور اس کی باتوں کا رد کر رہا تھا، لیکن جب تم بول پڑے تو درمیان میں شیطان کو دپڑا، لہذا میں ایسی جگہ نہیں بیٹھ سکتا جہاں شیطان کا دخل ہو جائے۔<sup>①</sup>

## 5- سرداری و منصب کا لالچ:

شیطان کی تحریش کا ایک بڑا موقع انسان کی جاہ و منصب کی خواہش ہے، یہ بھی انسان کی ایک فطری کمزوری، انسان کی سب سے خطرناک خواہش اور سب سے

① سنن أبي داود، رقم الحديث (4898) بروایت أبي هريرة

بڑی شہوت ہے جس سے شیطان بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے، اس سے بری اور خطرناک کوئی دوسری شہوت بنی نوع انسان میں موجود نہیں ہے، یہ انسان کے دین کے لیے کس قدر خطرناک ہے اس کا اندازہ آپ لوگ اس حدیث سے باسانی لگا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ »<sup>①</sup>

”دو بھوکے بھیڑیے جنھیں بکریوں کے ریوڑ میں آزاد چھوڑ دیا جائے (بعض روایتوں میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ بھیڑیے خوں خوار ہوں اور

بکریوں کا چرواہا غائب ہو) تو وہ بکریوں کو جتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں اس سے کہیں زیادہ نقصان آدمی کے دین کو اس وقت پہنچتا ہے جب وہ مال و جاہ کے لالچ میں پڑ جائے۔“

ایسے بھیڑیوں سے بکریوں کو جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس کا اندازہ ہر شخص باسانی لگا سکتا ہے، یعنی شاید ہی کوئی بکری ہو جو موت سے بچ جائے اور اگر موت سے بچ بھی گئی تو زخموں سے صحیح سلامت نہیں رہ سکتی، بعینہ اسی طرح مال و منصب کی طلب اور اس کے لالچ میں پڑ جانے کے بعد کسی بھی انسان کا دین سلامت نہیں رہ پاتا، انسان کی اسی خواہش کی پیروی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیطان اس شہوت کو ہوا دیتا ہے تو کتنے بڑے بڑے اختلاف ہمارے درمیان رونما ہوتے ہیں، حتیٰ کہ بندہ اپنی ماں اور باپ کو بھی اس کے لیے قربان کر دیتا ہے اور اپنے بھائی اور بہنوں کا خون کر دیتا ہے، اس کے مظاہر کا آپ مشاہدہ کرنا چاہیں تو ہماری جمعیتوں، مدرسوں اور مسجدوں کی انتظامیہ کو دیکھ لیں، اسی شہوت کی بنیاد پر ان میں اختلافات ہوتے ہیں

① سنن الترمذی، رقم الحدیث (2376) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (3218)

جس کے نتیجے میں ایک جمعیت سے کئی جمعیتیں اور ایک مدرسے سے دوسرا مدرسہ حتیٰ کہ ایک مسجد سے ہٹ کر دوسری مسجد بلا کسی خاص ضرورت کے وجود میں آتی ہے۔ ویسے تو نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، البتہ ایسے موقعوں پر لوگوں کی نیتیں صاف نہیں رہتیں، یہ الگ مسئلہ ہے کہ ایسے وقت میں اعذار بڑے ہی خوبصورت ہوتے ہیں، کہیں مظلوموں کا حق دلانے کا بہانہ ہوتا ہے، مسجد و مدرسہ کے اوقاف میں غیر شرعی تصرف کو ختم کرنے کا حیلہ ہوتا ہے، اس میں امانت میں خیانت کو روکنے کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے، کہیں دین کی دعوت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جذبے کا سہارا لیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ، جب کہ اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو ان سب سے بڑا سبب شیطان کی تحریش ہے۔ اس وقت وہ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ  
وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ [القصص: ۸۳]

”آخرت کا گھر تو ہم نے ان لوگوں کے لیے بنا رکھا ہے جو اس زمین پر بڑائی (جاہ و منصب) نہیں چاہتے اور نہ ہی فساد (لڑائی اور اختلاف کر کے) مچانا چاہتے ہیں، اور یاد رکھو کہ انجام خیر تو متقیوں کے لیے ہے۔“  
اس آیت مبارکہ کا مفہوم مخالف یہی ہے کہ جو لوگ آخرت چاہتے ہیں وہ دنیاوی جاہ و منصب کے پیچھے نہیں دوڑتے۔

اسی بات کو نبی ﷺ نے اس طرح بیان کیا ہے:

« يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ  
أُوتَيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوتِيَتْهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ  
أَعْنَتْ عَلَيْهَا»<sup>①</sup>

”اے عبدالرحمن بن سمرۃ! امارت طلب نہ کرنا، کیونکہ اگر طلب کرنے سے تمہیں امارت دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی اس کو ادا کرنے میں اللہ کی مدد تمہارے شامل حال نہ ہوگی) اور اگر بغیر طلب کے تمہیں دی گئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۔“

ایک اور جگہ منصب و جاہ کے حصول کے لیے حرص کی خطرناکی واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ»<sup>①</sup>

”تم یقیناً حکومت و امارت کی حرص کرو گے، لیکن یاد رکھو یہ قیامت کے دن ندامت کا سبب بنے گی۔“

آج ہماری اس کمزوری اور اس سے فائدہ اٹھا کر شیطان کی تحریش کے نتیجے میں پیش آنے والے آثار نے ہمیں دیگر جماعتوں اور قوموں کے سامنے رسوا کر کے رکھ دیا ہے اور ہم ایک مضحکہ خیز قوم بن کر رہ گئے ہیں۔ یالیت قومی یعلمون۔

## 6- عجب اور خود بینی:

اپنی رائے پر جم جانا اور اپنی ہی رائے کو پسند کرنا اور اسے ہی سبب سے بہتر سمجھنا یہی عجب اور خود بینی ہے، یہ بھی شیطان کی تحریش کا بہت بڑا سبب بنتا ہے، ویسے یہ انسان کی فطرت ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی بات اوپر رہے، اس کی رائے کو قبول کیا جائے، بلکہ بسا اوقات آپ اس کو سمجھا دیں، اس کی رائے کا غلط ہونا بھی ثابت کر دیں، لیکن وہ اپنی رائے سے ہٹنا نہیں چاہتا اور اس پر جسے رہنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کر لیتا ہے، کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بات کی صحت کو قبول کر لیتا ہے، لیکن اسے نہ ماننے کا کوئی نہ کوئی عذر یہ پیش کر دیتا ہے کہ یہ رائے بھی اچھی ہے،

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (7148)

اگر وہ کوئی دینی مسئلہ ہوتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ بعض علماء نے اسے بھی تو قبول کیا ہے، اس طرح وہ اختلاف میں پڑا رہتا ہے اور حق قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، حالانکہ نبی ﷺ نے عجب اور اپنی رائے پر اڑے رہنے کو ہلاکت و تباہی کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

«ثَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٍ: شُحٌّ مُّطَاعٌ وَهُوَى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِرَأْيِهِ»<sup>①</sup>

”تین ایسی چیزیں ہیں جو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں:

① ایسی لالچ و بخالت کہ انسان اس کا مطیع و فرمانبردار بن جائے۔

② ایسی خواہش کہ جس کے پیچھے انسان پڑا رہے۔ ③ ہر شخص کا اپنی ہی

رائے کو پسند کرنا۔“

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے:

«لَوْ لَمْ تَكُونُوا تُذُنِبُونَ لَخَشِيتُ عَلَيْكُمْ مَا هُوَ أَكْثَرُ مِنْهُ الْعُجْبُ»<sup>②</sup>

”اگر تم گناہ نہ بھی کرو تو مجھے تمہارے اوپر ایک ایسے امر کا خطرہ ہے جو

تمہارے گناہ سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اور وہ ہے، عجب و خود بینی۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کو آدمی اپنی کمزوری اور اپنی کمی تصور کرتا ہے، اسی

لیے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا شروع کر دیتا ہے، جبکہ عجب اور خود بینی کو اپنی خوبی

اور اپنا کمال تصور کرتا ہے اور اپنی اصلاح کی کوشش نہیں کرتا۔

① مسند البزار (13 / 486) شعب الإيمان، رقم الحدیث (731) بروایت انس، دیکھیں:

الصحيحه، رقم الحدیث (1802)

② مسند البزار (13 / 326) مسند الشہاب، رقم الحدیث (1447) بروایت انس،

دیکھیں: الصحيحه، رقم الحدیث (658)

اگر آدمی خود میں ہوتا ہے تو وہ کبر و غرور کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ناصح کی بات کو قبول نہیں کرتا، قارون کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ اس نے اپنے آپ کو بڑا عقل مند اور سعادت مند سمجھ رکھا تھا، اسی لیے تو اس نے کہا:

﴿ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۗ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَبَعًا ۗ وَلَا يَسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴾ [الفصص: ۷۸]

”وہ کہنے لگا یہ تو جو کچھ مجھے ملا ہے اس علم کی بدولت ملا ہے جو مجھے حاصل ہے (اللہ تعالیٰ نے) کہا: اسے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ایسے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے سخت اور مال و دولت میں اس سے زیادہ تھے؟ اور مجرموں کے گناہوں سے متعلق ان سے نہ پوچھا جائے گا۔“

حضرت سلمہ بن الأكوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: اس کی میرے اندر طاقت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نہ ہی طاقت رکھے، اسے صرف کبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے روکا تھا، راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ کو منہ تک نہیں اٹھا سکا۔<sup>①</sup>

چونکہ اس شخص کو عجب و غرور لاحق ہوا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت قبول کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اگر آج آپ اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو بہت سے لوگوں کی اس غلطی کی وجہ سے شیطان نے انہیں مسلمانوں کی جماعت سے دور رکھا ہے۔

## 7- کبر و غرور:

جیسا کہ ابھی اشارہ ہوا کہ عجب کا ایک نتیجہ کبر و غرور ہے، کبر و غرور بھی شیطان کی تحریش کا بہت بڑا سبب بنتا ہے، بسا اوقات ایک شخص کسی فرد یا جماعت سے اس لیے ملنا نہیں چاہتا کہ اس میں اپنی توہین سمجھتا ہے، کبھی کبھار انسان کسی سے اختلاف صرف اس لیے کر لیتا ہے کہ وہ کبر و غرور سے پر ہوتا ہے، نہ وہ کسی کی بات کو اوپر دیکھنا چاہتا ہے اور نہ ہی اپنے کو کسی کی ماتحتی میں دینا چاہتا ہے، ابلیس کی سب سے بڑی غلطی یہی کبر تھا جس کی وجہ سے وہ راندہ درگاہ ٹھہرا:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ  
وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ [البقرة: ۳۴]

”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا، اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔“

انسان کی اس کمزوری سے شیطان بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے اس کے بھائی کے خلاف بطور تحریش کے استعمال کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ  
إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ [الإسراء: ۵۳]

”اور آپ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہی بات زبان سے نکالیں جو بہتر ہو، کیونکہ شیطان لوگوں میں فساد ڈالتا ہے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

بسا اوقات انسان اپنے ساتھی یا ناصح کی بات کو حق سمجھتے ہوئے بھی صرف اس لیے قبول نہیں کرتا کہ اس کا کبر اسے روکتا ہے، بلکہ وہ شخص لٹے بحث و مباحثہ اور کٹ جتی پر اتر آتا ہے، جس سے باہمی اختلاف کے دروازے کھل جاتے ہیں، انبیاء علیہم السلام



کے معاندین کی یہی روش رہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُجِدُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِنَّ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرًا مَا هُمْ بِبَلِغِيهِ فَاستَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [المؤمن: ٥٦]

”بلاشبہ جو لوگ بلا کسی دلیل و حجت کے اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ جس غرور میں مبتلا ہیں اس سے کسی اونچے مقام کو پانے والے نہیں ہیں، لہذا آپ اللہ کی پناہ مانگیں، بلاشبہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ یہ آپ کے مخالفین جو آپ کی بات قبول نہیں کر رہے ہیں اور اٹھے بحث و مباحثہ پر اتر آئے ہیں اس کا مطاب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حق کو سمجھا ہی نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حق اور دلائل کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے اندر کبر و غرور کی بیماری ہے اس لیے شیطان انہیں حق قبول کرنے نہیں دیتا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس برے مرض سے سختی سے متنبہ کیا ہے،

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ: إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ، وَغَمَطُ النَّاسِ<sup>①</sup> »

”جس کے دل میں ذرہ کے برابر کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہو پائے گا،

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (48) سنن الترمذی، رقم الحدیث (1999) مسند

أحمد، رقم الحدیث (3789)

آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر ایک شخص نے عرض کیا: ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو تو کیا یہ بھی کبر ہے؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، کبر یہ ہے کہ بندہ حق کا انکار کرے اور لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے۔“

اگر آپ حضرات اپنے اردگرد ایک سرسری نظر ڈالیں تو آپ یہ مشاہدہ کریں گے کہ آج ہماری صفوں میں دراڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہی کبر ہے، جس طرح کہ ہم سے قبل یہود کی یہ عادت خبیثہ تھی جس سے کام لے کر وہ حق کا انکار کرتے اور باہم پھوٹ ڈالتے رہے ہیں، حتیٰ کہ اللہ کے ولیوں اور انبیاء ﷺ کے قتل سے بھی پرہیز نہیں کیا۔

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِّقُوا بَيْنَكُمْ وَفَرِّقًا تَفْتَلُونَ﴾

[البقرة: ۸۷]

”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے درپے رسولوں کو بھیجا اور عیسیٰ بن مریم کو روشن اور واضح دلیلیں دیں، نیز روح القدس سے ان کی مدد کی، لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول کوئی ایسی چیز لے کر آیا جو تمہارے مزاج کے خلاف تھی تو تم تکبر اور سرکشی پر اتر آئے، نتیجتاً نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلایا (جیسے حضرت عیسیٰ اور محمد ﷺ) اور ایک جماعت کو قتل کیا (جیسے حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام)۔“

## 8- تعصب:

تعصب! جی ہاں تعصب، آپ لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ تعصب کیا ہے اور امت میں اختلاف اور مسلمانوں میں تفریق وانشقاق کا کتنا بڑا سبب ہے، یہ

تعصب خواہ اپنی رائے کے لیے ہو، جسے ہم عجب و خود بینی بھی کہہ سکتے ہیں، یا اپنی جماعت کے لیے ہو، یا اپنے مسلک کے لیے ہو یا اپنی قوم کے لیے، تعصب بہت بری چیز ہے جو امت کی جڑ کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔ سچ کہا ہے شاعر مشرق نے:

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اس کا  
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

تعصب ہی کی وجہ سے ہر شخص اپنے مسلک پر جمارہتا اور اور ہر طریقے سے اسے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، تعصب ہی کی وجہ سے آج امتِ محمدیہ متعدد فرقوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی ہے، تعصب ہی کی وجہ سے ایک فرقے نے دوسرے فرقے پر کس قدر ظلم کیا ہے؟ کس قدر امانت کا خون کیا جا رہا ہے، اس سے آپ لوگ اچھی طرح واقف ہیں، حتیٰ کہ نبی ﷺ کی کتنی صحیح حدیثوں کو ضعیف و موضوع قرار دیا گیا ہے، کتنی ہی موضوع و من گھڑت حدیثوں کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تعصب ہی کی وجہ سے کتنے اللہ کے ولیوں کو مہتمم کیا گیا ہے اور کتنے ہی دین کے باغیوں کو امامت کے مقام پر پہنچا دیا گیا ہے، سچ کہا ہے امام ابو شامہ رضی اللہ عنہ نے کہ تقلید کی ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں پڑ کر بندہ اہل علم کے بارے میں بدظنی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو امت میں افتراق اور خلیفہ م راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل غلو کے ساتھ اسی عصبیت کا نتیجہ تھا، کیونکہ عبداللہ بن سبا یہودی نے سب سے پہلے جو فتنہ کھڑا کیا تھا وہ اہل بیت سے محبت اور خلافت کے لیے ان کے زیادہ حقدار ہونے کا نعرہ تھا۔

## 9- بنیادی اور غیر بنیادی چیزوں میں فرق نہ کرنا:

بنیادی اور غیر بنیادی چیزوں میں فرق نہ کرنا یا کن باتوں میں اختلاف کی گنجائش ہے اور کن باتوں میں اختلاف قابلِ برداشت نہیں ہے، یا کن لوگوں کی غلطیاں

قابل برداشت ہیں اور کن لوگوں کی غلطیوں پر سکوت جائز نہیں ہے۔

یہ مذکورہ باتیں اور اس قسم کی بہت سی چیزیں ہیں جس کی وجہ سے لوگ شیطان کے پھندے میں آ کر امت یا جماعت میں اختلاف و انشقاق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ ہمارے کبار علما پہلے اپنے مخالف سے کسی طرح نیٹتے رہے ہیں اور آج لوگ کسی طرح سے کسی کو برداشت کرنے کے قائل نہیں۔ اس دروازے سے بھی شیطان درمیان میں داخل ہو جاتا ہے۔ آج کے ماحول میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ دونوں فریق یا دونوں داعی اہل حدیث ہیں، دونوں کا منہج ایک ہے، لیکن صرف بعض ایسی چیزوں کی وجہ سے جن میں اختلاف کی گنجائش ہے، ایک دوسرے کے بارے میں غلط رائے قائم کیے ہوئے ہیں۔ میں آپ لوگوں سے کھل کر یہ باتیں کہہ رہا ہوں اور مجھے اس کا سخت تجربہ بھی ہوا ہے کہ ایک داعی کو اہل حدیث کی فہرست سے صرف اس لیے خارج کر دیا جاتا ہے کہ اس کا تعلق کسی تبلیغی جماعت سے منسلک شخص سے ہے، کسی کے اوپر جماعت اسلامی کا فرد ہونے کا لیبل صرف اس لیے لگ جاتا ہے کہ وہ تفہیم القرآن کو پڑھتا یا اپنے شاگردوں کو اس سے مستفید ہونے کا مشورہ دیتا ہے۔

**ساتھیو! بہت ضروری ہے کہ ہم اس طرف توجہ دیں کہ کس قسم کا اختلاف قابل برداشت ہے اور کیسا اختلاف ناقابل برداشت ہے، ہم تقلید کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اندھی تقلید کو جائز سمجھتے ہیں، لیکن تقلید کو لے کر آج جو اتنا بڑا مسئلہ کھڑا کر لیا گیا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے، متعلم و غیر متعلم، عربی سے نا آشنا ہر ایک کو اجتہاد کا حق دے دیا جائے، ہم اس کے بھی قائل نہیں ہیں، ہم اس کو بھی روا نہیں رکھتے کہ لوگ ائمہ کے ساتھ بدظنی رکھیں اور ان کے بارے میں بدزبانی کریں۔**

آج صورت حال یہ ہے کہ اردو پڑھ کر عالم بننے والے لوگ بڑے بڑے علماء پر اعتراض کر رہے ہیں۔ آج تو بعض وہ لوگ جنہوں نے کسی مکتب جالیات سے

کوئی دعوتی کورس کر لیا ہے تو وہ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے قبل کے علماء، جیسے: حضرت شاہ اسماعیل شہید اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کو نہ صرف یہ کہ اہل حدیث نہیں مانتے بلکہ ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے اور لکھنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ سچ کہا ہے نازش پر تاپ گڑھی نے:

سر پھرے کرنے لگے ہیں جذب سوز دل کی بات  
اب خدا رکھے تو رکھے آپ کی محفل کی بات  
کتنی نفرت ہو رہی ہے صورتِ ساحل سے اب  
کتنی حسرت سے کیا کرتے تھے ہم ساحل کی بات

ساتھیو! ہم تو چاہتے ہیں کہ تقلید مٹے اور لوگ کتاب و سنت کے چشمہ مصافی سے سیرابی حاصل کریں، لیکن تقلید مٹانے کے نام پر کم علم اور عربی زبان سے نابلد حضرات میں جو ذہنی آوارگی پیدا ہو گئی ہے ہم اسے بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ آج ایسے لوگوں نے بڑے بڑے علما پر فتویٰ لگانا شروع کر دیا ہے، بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچا ہے کہ ایک مکتب جالیات سے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتابوں کو، جیسے: ”زاد المعاد“ کی چوتھی جلد کو ہٹا دیا گیا، کیونکہ اس میں قرآن و حدیث پر مشتمل تعویذ کو جائز کہا گیا ہے، اسی کو کہا گیا ہے کہ ”اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی“<sup>1</sup>

1} بنیادی اور غیر بنیادی باتوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے جو اختلافات رونما ہوتے ہیں اس کی مثالیں تو بہت ہیں لیکن اس کی دو تازہ مثالیں جو اسی سال یعنی سنہ 1440ھ ماہ ربیع الاول میں پیش آئی ہیں، ان کا ذکر ہم کرتے ہیں۔

**پہلی مثال:** ماہ ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں میرے موبائل پر رہ کر کئی بار ایک ہی کال آتی ہے، لیکن میں اس کا جواب نہ دے پاتا تھا، وجہ یہ تھی کہ یہ کال یا تو ایسے وقت میں آتی جب میں سعودیہ سے باہر ہوتا یا اس وقت آتی جب میں نماز میں ہوتا یا پھر کسی درس میں مشغولیت کے دوران، اتفاق سے ایک دن جب میں عصر کی نماز کے بعد مسجد سے نکل رہا کہ پھر وہی کال آئی، جواب کے لیے جب ہم نے بٹن دبایا تو دوسری طرف سے ایک محترمہ تھیں جن کی ←

◀ آواز میں پریشانی اور گھبراہٹ کا اثر نمایاں تھا، وہ بیان کرنے لگیں کہ شیخ صاحب آپ کے دروس سیرت سے استفادہ کر کے میں نے اپنے ایک درس میں یہ بیان کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کی شادی جب حضرت خدیجہ سے ہوئی تو صحیح قول کے مطابق حضرت خدیجہ کی عمر تیس سال کے قریب تھی، محترمہ کہتی ہیں کہ میرا یہ بیان کرنا تھا کہ حاضر درس عورتیں میرے پیچھے پڑ گئیں کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ یہ بات کس عالم نے لکھی ہے؟ تم نے یہ بات کہاں سے کہی ہے؟ ہم تو اب تک یہی پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ اس وقت مائی خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی، محترمہ کہنے لگیں: شیخ صاحب! میں نے آپ سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی، لیکن رابطہ نہ ہو پایا، ادھر ان عورتوں نے میری ٹاک میں دم کر دیا ہے، برائے مہربانی اس کا حوالہ بتا دیجیے، مختصر یہ کہ میں نے انھیں حوالے دے دیے اور یہ بھی بیان کر دیا کہ میں نے درس میں اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے، نیز یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جسے بنیاد بنا کر ہا ہم اختلافات پیدا کیے جائیں اور ایک خیر کے کام میں رکاوٹ ڈالی جائے۔

**دوسری مثال:** جنوب ہند کے ایک مشہور شہر میں خطبہ جمعہ کے دوران ایک خطیب صاحب نے یہ بیان کر دیا کہ کفار قریش کے مطالبے اور ان کی بار بار کی دھمکی پر جب ابوطالب نے نبی کریم ﷺ سے دعوت دین کے بارے میں اپنے منہج میں نرمی لانے اور اسلوب میں تبدیلی پیدا کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں تو بھی میں اپنے اس موقف کو تبدیل نہیں کر سکتا، الخ

خطیب صاحب کا یہ بیان کرنا تھا کہ ایک صاحب جن کا شمار اہل علم میں ہے اور ان کے نام کے آگے ایک مقدس علمی لقب بھی لگتا ہے، سخت ناراض ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے، تم نے اسے کیوں بیان کیا؟ بلکہ صحیح قصہ اس طرح ہے، بات صرف یہیں تک نہیں رکی، بلکہ ان صاحب نے شوشل میڈیا پر خطیب کے خلاف ایک محاذ تیار کر لیا اور پروپیگنڈہ کھڑا کر دیا، جس کے لیے مجھے بھی ٹیلی فون کیا گیا اور تفصیل پوچھی گئی۔ حالانکہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جسے بنیاد بنا کر کسی کو بدنام کیا جائے یا اسے امامت کا اہل ہی نہ سمجھا جائے۔ صرف انھیں دو مثالوں سے اندازہ لگا لیجیے کہ ہمارے یہاں اس سلسلے میں کس قدر کوتاہی ہے۔

## 10- گناہ کا ارتکاب:

ساتھیو! اس سلسلے کی آخری کڑی گناہ ہے، گناہ بھی ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے شیطان دو بھائیوں میں اختلاف پیدا کرتا ہے۔ یہ گناہ خواہ واجبات کا ترک ہو، منہیات کا ارتکاب ہو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے میں کوتاہی ہو، شاید آپ حضرات کو اس پر تعجب ہو کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے، لیکن اس کی دلیل یہ فرمان نبوی ﷺ ہے:

« مَا تَوَادَّ اِثْنَانِ فِي اللهِ جَلَّ وَعَزَّ اَوْ فِي الْاِسْلَامِ، فَيُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا اِلَّا بِذَنْبٍ يُحْدِثُهُ اَحَدُهُمَا »<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ کے نام پر یا اسلام کے نام پر اگر دو مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں (باہم محبت کرتے ہیں) پھر دونوں میں اختلاف و جدائی ہو جائے تو دونوں میں سے کسی نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔“

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا تَوَادَّ اِثْنَانِ فَفُرِّقَ بَيْنَهُمَا، اِلَّا بِذَنْبٍ يُحْدِثُهُ اَحَدُهُمَا »<sup>②</sup>

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی دو آدمی باہم محبت کا رشتہ رکھتے ہیں، پھر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو دونوں میں سے کسی نے کسی گناہ کا ارتکاب ضرور کیا ہے۔“

قرآن مجید کی بعض آیات میں بھی اس طرف اشارہ ہے، چنانچہ سورۃ المائدہ

میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① الألب المفراد، رقم الحدیث (401) بروایت انس

② مسند أحمد (2/68)

﴿ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا  
ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ  
وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴾ [المائدة: ١٤]

”اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں، ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان  
لیا، انھوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انھیں نصیحت کی گئی تھی  
تو ہم نے ان کے بیچ قیامت تک کے لیے دشمنی و کینہ ڈال دیا اور جو کچھ  
وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو اس سے آگاہ کرے گا۔“

گویا عہدِ الہی سے انحراف اور ان کی بد عملی کے عوض اللہ تعالیٰ نے ان کے  
مابین پھوٹ ڈال دی جس کے عوض وہ ایک دوسرے کے سخت دشمن بن گئے۔ چنانچہ  
عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں جو ایک دوسرے سے شدید نفرت و عناد رکھتے ہیں اور  
ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے معبد میں عبادت نہیں کرتے۔  
معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ پر بھی یہ سزا مسلط کر دی گئی ہے، یہ امت بھی (احکام  
الہی سے انحراف اور گناہوں کے ارتکاب کے عوض) کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے جن  
کے درمیان شدید اختلافات اور نفرت کی دیواریں حائل ہیں۔



## متن احادیث

اب آخر میں ان احادیث کے متن کو نقل کیا جا رہا ہے جو تحریش سے متعلق وارد ہوئی ہیں:

**1- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:**  
 سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «أَلَا أَيُّ يَوْمٍ أَحْرَمُ؟ - ثَلَاثَ  
 مَرَّاتٍ - فَقَالُوا: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ  
 وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي  
 بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا لَا يَجْنِي جَانٌ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ، لَا يَجْنِي وَالِدٌ عَلَى  
 وَلَدِهِ، وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ، أَلَا إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَيْسُ أَنْ يَعْبُدَ فِي  
 بَلَدِكُمْ هَذَا أَبَدًا، وَلَكِنْ سَتَكُونُ طَاعَةٌ فِي بَعْضِ مَا تَحْقِرُونَ مِنْ  
 أَعْمَالِكُمْ يُرْضَى بِهَا، أَلَا وَكُلُّ دَمٍ مِنْ دِمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ  
 مَا أَضْعُ مِنْهَا دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي  
 لَيْثٍ فَقَتَلْتَهُ هَذِيلٌ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ رَبٍّ مِنْ رَبِّ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، لَكُمْ رُءُ  
 وَسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ، أَلَا يَا أُمَّتَاهُ قَدْ بَلَغْتُ؟» - ثَلَاثَ  
 مَرَّاتٍ - قَالُوا: نَعَمْ قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدُ.

**2- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: قَدْ "يَيْسَ الشَّيْطَانُ أَنْ يَعْبُدَهُ**

المُسْلِمُونَ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ»<sup>(1)</sup>

**3-** فَقَالَ شَدَّادٌ: إِنَّ أَخُوفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ لَمَّا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «مِنَ الشَّهْوَةِ الْخَفِيَّةِ وَالشَّرْكِ» فَقَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَأَبُو الدَّرْدَاءِ: اللَّهُمَّ غَفْرًا، أَوْ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ حَدَّثَنَا: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَيْسُ أَنْ يُعْبَدَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ»؟ فَأَمَّا الشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ فَقَدْ عَرَفْنَاهَا، هِيَ شَهَوَاتُ الدُّنْيَا مِنْ نِسَائِهَا وَشَهَوَاتِهَا، فَمَا هَذَا الشَّرْكِ الَّذِي تُخَوِّفُنَا بِهِ.<sup>(2)</sup>

**4-** عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ هَذِهِ السُّورَةَ أَنْزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ بِمِنَى وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ حَتَّى خَتَمَهَا فَعَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ الْوَدَاعُ، فَأَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ الْقِصْوَاءِ فَرِحَلَتْ لَهُ فَرَكِبَ فَوَقَفَ لِلنَّاسِ بِالْعَقْبَةِ فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَحَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ هَدْرٌ وَأَوَّلُ دِمَائِكُمْ دَمُ إِيَّاسِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلْتَهُ هُذَيْلٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ رَبِّا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ رَبًّا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ أَوْضَعُ، لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ، أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ فَهُوَ الْيَوْمَ كَهَيْئَةِ يَوْمِ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَإِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ رَجَبٌ مُضَرٌ بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمِ، وَإِنَّ

(1) مسند أحمد (23/331)

(2) مسند أحمد (28/363)

النَّسِيءَ زِيَادَةً فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِّئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَجْعَلُونَ صَفَرَ عَامًا حَرَامًا وَعَامًا حَلَالًا، وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ عَامًا حَلَالًا وَعَامًا حَرَامًا، وَذَلِكَ النَّسِيءُ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَسَّ أَنْ يُعْبَدَ فِي بَلَدِكُمْ هَذَا آخِرَ الزَّمَانِ وَقَدْ رَضِيَ مِنْكُمْ بِمُحَقَّرَاتِ الْأَعْمَالِ فَاحْذَرُوهُ فِي دِينِكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ وَدِيعَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنْ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا، أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ النِّسَاءَ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ، أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقٌّ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ حَقٌّ، وَمِنْ حَقِّكُمْ أَنْ لَا يُوطِّنَنَّ فُرُشَكُمْ وَلَا يَعْصِينَكُمْ فِي مَعْرُوفٍ فَإِذَا فَعَلْنَ ذَلِكَ فَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، فَإِذَا ضَرَبْتُمْ فَاضْرِبُوا ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ، أَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِذَا اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللَّهِ، أَيُّهَا النَّاسُ! أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالُوا: يَوْمٌ حَرَامٌ. قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا؟ قَالُوا: شَهْرٌ حَرَامٌ. قَالَ: أَيُّ بَلَدٍ هَذَا؟ قَالُوا: بَلَدٌ حَرَامٌ. قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ هَذَا الْيَوْمِ وَهَذَا الشَّهْرِ، أَلَا لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ أَلَا فَلْيَبْلُغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبِكُمْ» ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ أَنِّي قَدْ بَلَغْتُ ثَلَاثَ مَرَارٍ<sup>①</sup>

**5-** عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ

قَدْ يَسَّ أَنْ يُعْبَدَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ قَدْ رَضِيَ مِنْكُمْ بِمُحَقَّرَاتِ<sup>②</sup>

① المنتخب من مسند عبد بن حميد (1/ 270)

② مسند البزار (10/ 632)

**6-** عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، فَقَالَ: «قَدْ يَيْسَ الشَّيْطَانُ بَأَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِكُمْ وَلَكِنَّهُ رَضِيَ أَنْ يُطَاعَ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِمَّا تُحَاقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَاحْذَرُوا يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ ﷺ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخٌ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامْرَأٍ مِنْ مَالِ أَخِيهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوا، وَلَا تَرْجِعُوا مِنْ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» وَقَدْ اِحْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِأَحَادِيثِ عِكْرَمَةَ وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِأَبِي أُوَيْسٍ، وَسَائِرُ رِوَايَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمْ، وَهَذَا الْحَدِيثُ لِخُطْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَى إِخْرَاجِهِ فِي الصَّحِيحِ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ، وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟» وَذَكَرَ الْاِعْتِصَامَ بِالسُّنَّةِ فِي هَذِهِ الْخُطْبَةِ غَرِيبٌ وَيَحْتَاجُ إِلَيْهَا. وَقَدْ وَجَدْتُ لَهُ شَاهِدًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ<sup>①</sup>

**7-** عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَوْ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَيْسَ أَنْ يُعْبَدَهُ الْمُصَلُّونَ، وَلَكِنَّهُ رَضِيَ مِنْهُمْ بِمَا يَحْقِرُونَ» كَذَا رَوَاهُ أَبُو حُدَيْفَةَ عَلَى شَكِّ فِيهِ، وَرَوَاهُ مُصْعَبُ بْنُ مَاهَانَ مِنْ غَيْرِ شَكِّ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْحَسَنِ، ثنا زُهَيْرُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مَاهَانَ، عَنْ

① المستدرک (1/ 171) (التعليق - من تلخیص الذهبی) 318 - احتج البخاري بعكرمة

سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ<sup>1</sup>.

**8-** عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَيْسَ أَنْ تُعْبَدَ الْأَصْنَامُ بِأَرْضِ الْعَرَبِ، وَلَكِنَّهُ سَيْرِضَى مِنْكُمْ بِدُونِ ذَلِكَ بِالْمُحَقَّرَاتِ، وَهِيَ الْمَوْبِقَاتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَاتَّقُوا الْمَظَالِمَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنَّ الْعَبْدَ يَجِيءُ بِالْحَسَنَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ يَرَى أَنْ سَتُنَجِيهِ، فَمَا زَالَ عَبْدٌ يَقُومُ يَقُولُ: يَا رَبِّ ظَلَمَنِي عَبْدُكَ فَلَانَ بِمَظْلَمَةٍ. قَالَ: فَيَقُولُ: امْحُوا مِنْ حَسَنَاتِهِ. قَالَ: فَمَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى مَا يَبْقَى مَعَهُ حَسَنَةٌ مِنَ الذُّنُوبِ، وَإِنَّ مِثْلَ ذَلِكَ كَسَفَرٍ نَزَلُوا بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَيْسَ مَعَهُمْ حَطَبٌ فَتَفَرَّقَ الْقَوْمُ لِيَحْتَطِبُوا فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ اِحْتَطَبُوا وَأَنْضَجُوا مَا أَرَادُوا. قَالَ: فَكَذَلِكَ الذُّنُوبُ» قَالَ الشَّيْخُ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَهَذَا وَأَمْثَالُهُ لَنْ تُدْرِكَهُ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى يُعَذَّبَ بِذُنُوبِهِ مَا شَاءَ اللَّهُ<sup>2</sup>.

**9-** عَنِ أَبِي حُرَّةِ الرَّقَاشِيِّ، عَنِ عَمِّهِ، قَالَ: كُنْتُ آخِذًا بِزِمَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، أَذُودُ عَنْهُ النَّاسَ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ تَدْرُونَ فِي أَيِّ يَوْمٍ أَنْتُمْ؟ وَفِي أَيِّ شَهْرٍ أَنْتُمْ؟ وَفِي أَيِّ بَلَدٍ أَنْتُمْ؟» قَالُوا: فِي يَوْمٍ حَرَامٍ، وَشَهْرٍ حَرَامٍ، وَبَلَدٍ حَرَامٍ، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَهُ»، ثُمَّ قَالَ: «اسْمَعُوا مِنِّي! تَعِيشُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، إِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالٌ أَمْرٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ، وَمَالٍ وَمَأْتَرَةٍ كَانَتْ فِي

<sup>1</sup> حلية الأولياء (7/ 86)

<sup>2</sup> الآداب للبيهقي (1/ 338) شعب الإيمان (9/ 409)

الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِي هَذِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ يُوضَعُ دَمُ رَيْبَعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرَضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَفَقَلَّتُهُ هُدَيْلٌ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ رَبًّا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَإِنَّ اللَّهَ قَضَى أَنْ أَوَّلَ رَبًّا يُوضَعُ، رَبًّا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَكُمْ رِءُوسُ أَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُونَ، وَلَا تُظْلَمُونَ، أَلَا وَإِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، ثُمَّ قرَأَ: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾، أَلَا لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ، وَلَكِنْ (1) فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَكُمْ، فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ، لَا يَمْلِكُنَّ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَإِنَّ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا (2): أَنْ لَا يُوطِئَنَّ فُرْشَكُمْ أَحَدًا غَيْرَكُمْ، وَلَا يَأْذَنَ فِي بُيُوتِكُمْ لِأَحَدٍ تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ خِفْتُمْ نَشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرِحٍ»، قَالَ حُمَيْدٌ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ (3): مَا الْمُبْرِحُ؟ قَالَ: الْمُوَثِّرُ، «وَلَهُنَّ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَإِنَّمَا أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ أَلَا وَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنْ أُتِّمِنَتْ عَلَيْهَا»، وَبَسَطَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: «أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟ أَلَا هَلْ بَلَغْتُ؟ أَلَا»<sup>(1)</sup>

**10-** عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الدَّمَشْقِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ،

وَأَبُو أَمَامَةَ، وَوَائِلَةُ بْنُ الْأَسْقَعِ، وَأَنْسُ بْنُ مَالِكٍ قَالُوا: خَرَجَ إِلَيْنَا

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَمَارَى فِي شَيْءٍ مِنَ الدِّينِ، فَعَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا لَمْ يَعْضِبْ مِثْلَهُ، ثُمَّ انْتَهَرَنَا، فَقَالَ: «يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ! لَا تُهَيِّجُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَهَجَ النَّارِ، ثُمَّ قَالَ: أَبْهَذَا أَمِرْتُمْ؟ أَوْ لَيْسَ عَنْ هَذَا نُهَيْتُمْ، أَوْ لَيْسَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهَذَا؟ ثُمَّ قَالَ: ذَرُوا الْمِرَاءَ لِقِلَّةِ خَيْرِهِ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ نَفْعَهُ قَلِيلٌ، وَيَهَيِّجُ الْعَدَاوَةَ بَيْنَ الْإِخْوَانِ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ الْمِرَاءَ لَا تُؤْمَنُ فِتْنَتُهُ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ الْمِرَاءَ يُورِثُ الشُّكَّ وَيُحْبِطُ الْعَمَلَ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُمَارِي، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ الْمُمَارِي قَدْ تَمَّتْ حَسْرَاتُهُ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَكَفَى بِكَ إِثْمًا لَا تَزَالُ مُمَارِيًا، ذَرُوا الْمِرَاءَ فَإِنَّ الْمُمَارِي لَا أَشْفَعُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَأَنَا زَعِيمٌ بِثَلَاثَةِ آيَاتٍ فِي الْجَنَّةِ: فِي وَسْطِهَا، وَرِبَاضِهَا، وَأَعْلَاهَا لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ صَادِقٌ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ مَا نَهَانِي رَبِّي تَعَالَى عَنْهُ بَعْدَ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَشُرْبِ الْخَمْرِ الْمِرَاءَ، ذَرُوا الْمِرَاءَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آيسَ أَنْ يُعْبَدَ وَلَكِنَّهُ قَدْ رَضِيَ مِنْكَ بِالتَّحْرِيشِ، وَهُوَ الْمِرَاءُ فِي الدِّينِ، ذَرُوا الْمِرَاءَ، فَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقُوا عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَالنَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا عَلَى الضَّلَالَةِ، إِلَّا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا السَّوَادُ الْأَعْظَمُ؟ قَالَ: «مَنْ كَانَ عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي، مَنْ لَمْ يُمَارِ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَمْ يُكْفِرْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ بِذَنْبٍ» وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ: لَمَّا سَمِعَ هَذَا أَهْلُ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَيْمَةِ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يُمَارُوا فِي الدِّينِ، وَلَمْ يُجَادِلُوا، وَحَدَّرُوا الْمُسْلِمِينَ الْمِرَاءَ وَالْجِدَالَ،

وَأَمْرُوهُمْ بِالْأَخْذِ بِالسُّنَنِ، وَبِمَا كَانَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَهَذَا طَرِيقُ  
أَهْلِ الْحَقِّ مِمَّنْ وَفَّقَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَسَنَدُكُرُّ عَنْهُمْ مَا دَلَّ عَلَى مَا قُلْنَا  
إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. <sup>①</sup>

**11-** عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! وَالَّذِي  
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَيَعْرِضُ فِي صَدْرِي الشَّيْءُ لِأَنِّي أَكُونُ حُمَمَةً أَحَبُّ  
إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «وَالْحَمْدُ لِلَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ  
أَيَسَ مِنْ أَنْ يُعْبَدَ بِأَرْضِي هَذِهِ، وَلَكِنَّهُ قَدْ رَضِيَ بِالْمُحَقَّرَاتِ مِنْ  
أَعْمَالِكُمْ» <sup>②</sup>

مَقْصُودُ الْحَسَنِ فِي ضِيٍّ

www.maqsoodulhasan.net

① الشريعة للأجري (ص: 433)

② المعجم الكبير (72 / 20)





www.bait-us-salam.com

asan.net

غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور  
www.bait-us-salam.com bait.us.salam1@gmail.com  
facebook.com/baitussalambookstore  
0321-9350001, 0320-6666123, 042-37320422

مکتبہ بیت السلام

لاہور۔ الرياض

